بحالتِ جنابت قرآن پڑھنے کی مختلف صورتوں کی نقاب کشائی

ارتفاع العجب عن وجوہ قرأۃ الجنب

۱۳۲۸ھ

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

ارتفاع الحجب عن وجوہ قراءۃ الجنب
۱۳۲۸

(بحالتِ جنابت قرآن پڑھنے کی مختلف صورتوں کی نقاب کشائی)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۲۲ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنب کو کلام اللہ شریف کی پوری آیت پڑھنی ناجائز ہے یا آیت سے کم بھی، مثلاً کسی کام کے لئے حسبنا اللہ ونعم الوکیل یا کسی تکلیف پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ سکتا ہے کہ یہ پوری آیتیں نہیں آیتوں کے ٹکڑے ہیں یا اس قدر کی بھی اجازت نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدًا لمن انزل کتابه وقدّس جنابه فحرّم قراءته حال

حمد ہے اسے جس نے اپنی کتاب نازل فرمائی اور اس کی بارگاہ مقدس رکھی، کہ اس کی قرارت

الجنابة والصلوٰۃ والسلام علی من اٰتاہ ۲۷۸؎ خطایہ وطھر رحابہ وعلی الاٰل والصحابۃ وامۃ الاجابۃ۔

بحالتِ جنابت حرام فرمائی۔ اور درود وسلام ہو ان پر جنھیں اپنا کلام عطا کیا، اور جن کا صحن پاکیزہ رکھا، اور ان کے آل واصحاب اور امتِ اجابت پر بھی۔ (ت)

اوّلاً ف یہ معلوم رہے کہ قرآن عظیم کی وہ آیات جو ذکر وثنا ومناجات ودعا ہوں اگرچہ پوری آیت ہو جیسے آیۃ الکرسی بلکہ متعدد آیات کاملہ جیسے سورہ حشر کی اخیر تین آیتیں ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشہادۃ[1] سے آخر سورت تک، بلکہ پوری سورت جیسے الحمد شریف بہ نیتِ ذکر ودعا بے نیت تلاوت پڑھنا جنب وحائض ونفسا سب کو جائز ہے، اسی لئے کھانے یا سبق کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ سکتے ہیں اگرچہ یہ ایک آیت مستقلہ ہے کہ اس سے مقصود تبرک واستفتاح ہے نہ کہ تلاوت، توحسبنا اللہ ونعم الوکیل اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہ کسی مہم یا مصیبت پر بہ نیت ذکر ودعا نہ بہ نیتِ تلاوتِ قرآن پڑھے جاتے ہیں، اگرچہ پوری آیت بھی ہوتی تو مضائقہ نہ تھا، جس طرح کسی چیز کے گمنے پر عسیٰ ربنا ان یبدلنا خیرا منھا انا الی ربنا راغبون[2] کہنا۔ بحر میں بعد ذکر مسائل ممانعت ہے،

ھذا کلہ اذا قرأ علی قصد انہ قراٰن اما اذا قرأہ علی قصد الثناء او افتتاح امر لایمنع فی اصح الروایات وفی التسمیۃ اتفاق انہ لایمنع اذا کان علی قصد الثناء او افتتاح امر کذا فی الخلاصۃ وفی العیون لابی اللیث ولو انہ قرأ الفاتحۃ علی سبیل الدعاء اوشیئا من الاٰیات التی فیھا معنی الدعاء ولم یرد بہ القراءۃ فلاباس بہ اھ واختارہ الحلوانی وذکر فی غایۃ البیان انہ المختار[3]۔

یہ سب اس وقت ہے جب بقصدِ قرآن پڑھے۔ لیکن جب ثنا یا کسی کام کے شروع کرنے کے ارادے سے پڑھے تو اصح روایات میں ممانعت نہیں۔ اور تسمیہ کے بارے میں تو اتفاق ہے کہ جب اسے ثنا یا کسی کام کے شروع کرنے کے ارادے سے پڑھے تو ممانعت نہیں۔ ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ امام ابو اللیث کی عیون المسائل میں ہے: اگر سورہ فاتحہ بطور دُعا پڑھی یا کوئی ایسی آیت پڑھی جو دُعا کے معنی پر مشتمل ہے اور اس سے تلاوتِ قرآن کا قصد نہیں رکھتا تو کوئی حرج نہیں اھ۔ اسی کو امام حلوانی نے اختیار کیا اور غایۃ البیان میں مذکور ہے کہ یہی مختار ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ف: مسئلہ جو آیت بلکہ پوری سورت خالص دُعا وثنا ہو جُنب وحائض بے نیتِ قرآن صرف دعا وثنا کی نیت سے اسے پڑھ سکتے ہیں جیسے الحمد وآیۃ الکرسی۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲۲ [2] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۲

[3] البحر الرائق کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۹۹

ہاں آیۃ الکرسی یا سورۂ فاتحہ اور ان کے مثل ایسی قراءت کہ سننے والا جسے قرآن سمجھے اُن عوام کے سامنے جن کو اس کا جنب ہونا معلوم ہو باآواز بنیتِ ثناو دُعا بھی پڑھنا مناسب نہیں کہ کہیں وہ بحالِ جنابت تلاوت جائز نہ سمجھ لیں یا اس کا عدمِ جواز جانتے ہوں تو اس پر گناہ کی تہمت نہ رکھیں۔

وھذا معنی ما قال الامام الفقیہ ابوجعفر الھندوانی لا افتی بھذا وان روی عن ابی حنیفۃ اھ[1] قالہ فی الفاتحۃ قال الشیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی والد السید العارف عبدالغنی النابلسی فی حاشیتہ علی الدرر لم یرد الھندوانی رد ھذہ الروایۃ بل قال ذلک لما یتبادر الی ذھن من یسمعہ من الجنب من غیر اطلاع علی نیۃ قائلہ من جوازہ منہ وکم من قول صحیح لایفتی بہ خوفا من محذور اخر ولم یقل لا اعمل بہ کیف وھو مروی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اھ[2]۔

یہی اس کا معنی ہے جو امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے فرمایا کہ میں اس پر فتوٰی نہیں دیتا اگرچہ یہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے اھ ۔ یہ بات انہوں نے سورۂ فاتحہ سے متعلق فرمائی۔ شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی، سیدی العارف عبدالغنی نابلسی کے والدِ گرامی اپنے حاشیۂ درر میں فرماتے ہیں: امام ہندوانی کا مقصد اس روایت کی تردید نہیں، بلکہ یہ انھوں نے اس خیال سے فرمایا ہے کہ جو اس جنابت والے کی نیت جانے بغیر اس سے سنے گا تو اس کا ذہن اس طرف جائے گا کہ بحالتِ جنابت تلاوت جائز ہے ۔ اور بہت ایسی صحیح باتیں ہوتی ہیں جن پر کسی اور خرابی کی وجہ سے فتوٰی نہیں دیا جاتا۔ انھوں نے یہ نہ فرمایا کہ میں اس پر عمل نہیں کرتا اور یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے اھ۔

www.alahazratnetwork.org

اقول وقیدت بالجھر وکونہ عند من یعلم من العوام انہ جنب لان المحذور انما یتوقع فیہ وھذا محمل حسن جدا وما بحث

اقول میں نے باآواز بلند پڑھنے کی قید لگائی اور یہ کہ اُن عوام کے سامنے جن کو اس کا جُنب ہونا معلوم ہو اس لئے کہ خرابی کا اندیشہ اسی صورت میں ہے ۔ اور یہ کلامِ ابوجعفر

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/١٩٩
[2] منحۃ الخالق علی البحرالرائق " " " " " "

البحر تبعا للحلیۃ فسیأتی جوابہ وما احلی قول الشیخ اسمٰعیل انہ مروی عن الامام وکیف یرد ما قالت خدام۔

کا بہت نفیس مطلب ہے۔ اور بحر نے بہ تبعیت حلیہ جو بحث کی ہے آگے اس کا جواب آرہا ہے۔ اور شیخ اسمٰعیل کا یہ جملہ کتنا شیریں ہے کہ یہ امام سے مروی ہے اور خدام کا کلام اس کی تردید میں کیسے ہوسکتا ہے؟

ثانیاً[ف] آیت طویلہ کا پارہ کہ ایک آیت کے برابر ہو جس سے نماز میں فرض قرات مذہب سیدنا امام اعظم کی روایت مصححہ امام قدوری و امام زیلعی پر ادا ہوجائے جس کے پڑھنے والے کو عرفاً تالی قرآن کہیں جنب کو بنیتِ قرآن اُس سے ممانعت محلِ منازعت نہ ہونی چاہئے۔

اقول کیف وھو قراٰن حقیقۃ وعرفا فیشملہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایقرء الجنب ولا الحائض شیئا من القراٰن رواہ الترمذی[1] وابن ماجۃ وحسنہ المنذری وصححہ النووی کما فی الحلیۃ۔

اقول اس میں نزاع کیوں ہو جبکہ یہ حقیقۃً وعرفاً قرآن ہے تو سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد قطعاً اسے شامل ہے: "جنب اور حائض قرآن سے کچھ بھی نہ پڑھیں" اسے ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا، اور منذری نے اسے حسن اور امام نووی نے صحیح کہا، جیسا کہ حلیہ میں ہے۔

قطعاً کون کہہ سکتا ہے کہ آیۂ مداینت کے اول سے یایھا الذین اٰمنوا یا آخر سے لفظ علیم چھوڑ کر ایک صفحہ بھر سے زائد کلام اللہ بہ نیت کلام اللہ پڑھنے کی جنب کو اجازت ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

لوکانت طویلۃ کان بعضھا کاٰیۃ

آیت اگر طویل ہو تو اس کا بعض حصہ ایک آیت

ف: مسئلہ کسی آیت کا اتنا ٹکڑا کہ ایک چھوٹی آیت کے برابر ہو بہ نیتِ قرآن پڑھنا جنب و حائض کو بالاتفاق ممنوع ہے۔

---

[1] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی الجنب والحائض حدیث ۱۳۱ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۸۲
سنن ابن ماجۃ " باب ماجاء فی قراءۃ القرآن الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۴

www.alahazratnetwork.org

لانها تعدل ثلث اٰیات ذکرہ فی الحلیۃ عن شرح الجامع لفخر الاسلام[1] اھ

کے حکم میں ہوگا اس لئے کہ پوری آیت تین آیتوں کے برابر ہے، اسے حلیہ میں فخر الاسلام کی شرح جامع صغیر کے حوالے سے ذکر کیا ہے اھ (ت)

اقول ذھب قدس سرہ الی مصطلح الفقہاء ان الطویلۃ ھی التی یتأدی بھا واجب ضم السورۃ وھی التی تعدل ثلث اٰیات ولکن[ف۱] ارادۃ ھذا المعنی غیر لازم ھھنا اذ المناط کون المقروء قدر ما یتأدی بہ فرض القراءۃ عند الامام وھو الذی یعدل اٰیۃ فلو کانت اٰیۃ تعدل اٰیتین عدل نصفھا اٰیۃ فینبغی ان یدخل تحت النھی قطعا وقس علیہ۔

اقول حضرت موصوف قدس سرہٗ اصطلاحِ فقہا کی طرف چلے گئے کہ لمبی آیت وہ ہے جس سے واجبِ نماز، ضمِ سورہ کی ادائیگی ہوجائے اور یہ وہ ہے جو تین آیتوں کے برابر ہو۔ لیکن یہاں پر یہ معنی مراد لینا ضروری نہیں اس لئے کہ مدارِ حرمت اس پر ہے کہ جتنے حصے کی تلاوت ہو وہ اس قدر ہو جس سے حضرت امام کے نزدیک فرضِ قراءت ادا ہوجاتا ہے اور یہ وہ ہے جو ایک آیت کے برابر ہو، تو پوری آیت اگر دو آیتوں کے برابر ہے تو اس کا نصف ایک آیت کے برابر ہوگا تو اسے نہی کے تحت قطعاً داخل ہونا چاہئے۔ اور مزید اسی پر قیاس کرلو۔

وکیف[ف۲] یستقیم ان لایجوز تلاوۃ ثلث اٰیۃ تعدل ثلث اٰیات لکونہ یعدل اٰیۃ ویجوز تلاوۃ

اور یہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے کہ تین آیت کے مساوی ایک آیت کے تہائی حصہ کی تلاوت جائز نہیں اس لئے کہ وہ ایک آیت کے

ف۱: تطفل خویدم ذلیل علی خدام الامام الجلیل فخر الاسلام ثم الحلیۃ وش۔
ف۲: تطفل اٰخر علیھم۔

---

[1] رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۶
البحر الرائق " باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹

www.alahazratnetwork.org

أية تعدل أيتين بترك حرف منها مع انه يقرب قدر أيتين فتبصر۔

برابر ہے۔ اور دو آیتوں کے مساوی ایک آیت کی تلاوت اس کا کوئی حرف چھوڑ کر جائز ہے؟ حالاں کہ وہ تقریباً دو آیت کے برابر ہے۔ تو بصیرت سے کام لو۔ (ت)

ہاں جو پارۂ آیت ایسا قلیل ہو کہ عرفاً[ف] اس کے پڑھنے کو قراءتِ قرآن نہ سمجھیں اُس سے فرض قراءتِ یک آیت ادا نہ ہوا تنے کو بہ نیت قرآن پڑھنے میں اختلاف ہے، امام کرخی منع فرماتے ہیں، امام ملک العلماء نے بدائع اور امام قاضی خاں نے شرح جامع صغیر اور امام برہان الدین صاحبِ ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید اور امام عبدالرشید ولوالجی نے اپنے فتاوٰی میں اسی کی تصحیح فرمائی، ہدایہ و کافی وغیرہما میں اسی کو قوت دی، درمختار میں اسی کو مختار کہا، حلیہ و بحر میں اسی کو ترجیح دی، تحفہ و بدائع میں اسی کو قول عامہ مشائخ بتایا، اور امام طحاوی اجازت دیتے ہیں خلاصہ کی فصل حادی عشر فی القراءۃ میں اسی کی تصحیح کی، امام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر اور امام رضی الدین سرخسی نے محیط پھر محقق علی الاطلاق نے فتح میں اسی کی توجیہ کی، اور زاہدی نے اس کو اکثر کی طرف نسبت کیا۔ غرض یہ دو قول مرجح ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

اقول اور اول یعنی ممانعت ہی بوجوہ اقوی ہے۔

اوّلاً اکثر تصحیحات اُسی طرف ہیں۔

ثانیاً اُس کے مصححین کی جلالت قدر جن میں امام فقیہ النفس جیسے اکابر ہیں جن کی نسبت تصریح ہے کہ اُن کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے۔

ثالثاً اُسی میں احتیاط زیادہ اور وہی قرآن عظیم کی تعظیم تام سے اقرب۔

رابعاً اکثر ائمہ اُسی طرف ہیں اور قاعدہ ہے کہ العمل بما علیہ الاکثر[1] (عمل اسی پر ہوگا جس پر اکثر ہوں۔ ت) اور زاہدی کی نقل امام اجل علاء الدین صاحبِ تحفۃ الفقہاء و امام اجل ملک العلماء صاحبِ بدائع کی نقل کے معارض نہیں ہوسکتی۔

ف: مسئلہ صحیح یہ ہے کہ بہ نیت قرآن ایک حرف کی بھی جنب و حائض کو اجازت نہیں۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ فصل فی البئر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۵۱

خامساً اطلاق احادیث بھی اُسی طرف ہے کہ فرمایا جنب و حائض قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں۔
سادساً خاص جُزئیہ کی تصریح میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کا ارشاد موجود کہ فرماتے ہیں:

اقرؤا القراٰن ما لم یصب احدکم جنابۃ فان اصابہ فلا ولا حرفا واحدا۔ رواہ الدارقطنی[1] وقال ھو صحیح عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قرآن پڑھو جب تک تمھیں نہانے کی حاجت نہ ہو اور جب حاجتِ غسل ہو تو قرآن کا ایک حرف بھی نہ پڑھو۔ (اسے دارقطنی نے روایت کیا اور کہا یہی صحیح ہے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ ت)

سابعاً وہی ظاہر الروایۃ کا مفاد ہے، امام قاضی خان شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

لم یفصل فی الکتاب بین الاٰیۃ وما دونہا وھو الصحیح[2] اھ۔

امام محمد نے کتاب میں آیت اور آیت سے کم حصہ میں کوئی تفریق نہ رکھی اور یہی صحیح ہے اھ (ت)

بخلاف قولِ دوم کہ روایت نوادر ہے۔

رواھا ابن سماعۃ عن الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ کما ذکرہ الزاھدی۔

اسے ابن سماعہ نے حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے جیسا کہ زاہدی نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

ثامناً قوتِ دلیل بھی اسی طرف ہے تو اسی پر اعتماد واجب۔

ویظھر ذٰلک بالکلام علی ما استدلوا بہ للامام الطحاوی فاعلم انہ وجہہ رضی الدین فی محیطہ والامام فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر بان النظم والمعنی یقصر فیما دون الاٰیۃ

یہ ان دلیلوں پر کلام سے ظاہر ہوگا جن سے اُن مرجحین نے امام طحاوی کی حمایت میں استدلال کیا ہے۔ اب واضح ہو کہ محیط میں رضی الدین نے اور شرح جامع صغیر میں امام فخر الاسلام نے مذہب امام طحاوی کی توجیہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ مادون الآیۃ (جو حصہ ایک آیت سے کم ہے اس

---

[1] سنن الدارقطنی کتاب الطہارۃ باب فی النہی للجنب والحائض حدیث ۴۱۸/ ۶ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۳ و ۲۹۴
[2] شرح الجامع الصغیر للامام قاضی خاں

ویجری مثلہ فی محاورات الناس وکلامھم فتمکنت فیہ شبھۃ عدم القراٰن ولھٰذا لاتجوز الصلوٰۃ بہ[1] اھ۔

میں نظم ومعنی دونوں میں قصور وکمی ہے۔ اور اس طرح کی عبارت لوگوں کی بول چال اور گفتگو میں بھی آتی رہتی ہے تو اس میں عدم قرآن کا شبہہ جاگزیں ہوجاتا ہے اور اسی لئے اتنے حصہ سے نماز جائز نہیں ہوتی اھ (ت)

اقول اولا لم یصل فہمی القاصر الٰی قصور النظم والمعنی فیما دون الاٰیۃ فبعض اٰیۃ ربما یکون جملۃ تامۃ مستقلۃ بالافادۃ کقولہ تعالٰی واصبر[2] واٰیۃ تامۃ لاتکون کذٰلک کقولہ تعالٰی اذا جاء نصر اللہ والفتح[3] ھذا فی المعنی والنظم یتبعہ وان اُرید التحدی فلیس الابنحو اقصر سورۃ لابکل اٰیۃ اٰیۃ فابلغ ماورد بہ التحدی قولہ تعالٰی فاتوا بسورۃ من مثلہ[4]۔

اقول اولا مادون الاٰیۃ میں نظم ومعنی کے قصور وکمی تک میرے فہم قاصر کی رسائی نہ ہوسکی۔ اس لئے کہ جزوآیت کبھی پورا جملہ اور افادہ معنے میں مستقل ہوتا ہے جیسے باری تعالٰی کا ارشاد: واصبر (اور صبر کر) اور کبھی پوری آیت ایسی نہیں ہوتی جیسے ارشاد باری تعالٰی ہے: "جب خدا کی مدد اور فتح آئے"۔ یہ گفتگو معنی سے متعلق ہوئی اور نظم اسی کے تابع ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ مادون الاٰیۃ سے مقابلے کا چیلنج نہیں تو چیلنج تو صرف سب سے مختصر سورہ کے مثل سے ہے ہر ہر آیت سے نہیں کیونکہ سب سے زیادہ مبالغہ کے ساتھ جو تحدی (چیلنج) وارد ہے وہ یہ ارشاد ربانی ہے: "تو اس کے مثل کوئی سورہ لے آؤ"۔

ف: تطفل ثالث علٰی خدام الامام فخر الاسلام وعلی الامام رضی الدین السرخسی۔

---

[1] البحرالرائق بحوالہ المحیط کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۹۹

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۵

[3] القرآن الکریم ۱۱۰/ ۱

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۳

32 وثانیًا ربّ[ف1] اٰیة تامّة تجری الفاظها علی الالسنة فی محاورات الناس کقوله تعالٰی ثم نظر[1]o وقوله تعالٰی لم یلد[2]o وقوله تعالٰی ولم یولد[3]o علی انهما اٰیتان وقوله تعالٰی مدھامّتٰن[4]o

وثالثًا جریانه[ف2] فی تحاور الناس انما یورث الاشتباه علی السامع انه جری علی لسانه وافق لفظه نظم القراٰن او قصد قراءة القراٰن فتتمکن الشبهة عند السامع اما ھو فالانسان علی نفسه بصیرة فاذا قصد التلاوة فلا معنی للاشتباه عنده و انّما الاعمال بالنیات و انما لکل امریئ ما نوی[5] والاشتباه عند السامع

ثانیًا بہت سی پوری آیتیں بھی ایسی ہیں جن کے الفاظ لوگوں کی بول چال میں زبانوں پر آتے رہتے ہیں جیسے ارشادِ باری تعالٰی: "ثم نظر" پھر دیکھا — اور ارشادِ حق تعالٰی: "لم یلد" وہ والد نہیں۔ اور اس کا ارشاد: "ولم یولد" اور وہ مولود نہیں۔ باوجودیکہ یہ دو آیتیں ہیں — اور اس کا ارشاد: "مدھامّتٰن"۔

ثالثًا لوگوں کی گفتگو میں اس کے جاری ہونے سے صرف سامع پر اشتباہ ہوتا ہے کہ بولنے والے کی زبان پر وہ عبارت یوں آگئی جس کے الفاظ نظمِ قرآن کے موافق ہوگئے یا اس نے قرآن پڑھنے کی نیت کی ہے، تو سننے والے کے نزدیک شبہہ جاگزیں ہو جاتا ہے۔ رہا اُس عبارت کو ادا کرنے والا تو انسان اپنے متعلق پوری طرح آشنا ہوتا ہے اگر واقعی اس کی نیت تلاوت کی ہے تو اس کے نزدیک اشتباہ کا کوئی معنی نہیں — "اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی" — اور

www.alahazratnetwork.org

ف1: تطفل رابع علیه وثان علی السرخسی۔
ف2: تطفل خامس علیه وثالث علی السرخسی۔

1 القرآن الکریم ۷۴/ ۲۱ — 2 القرآن الکریم ۱۱۲/ ۳
3 〃 ۱۱۲/ ۳ — 4 〃 ۵۵/ ۶۴
5 الصحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

لاینفی مایعلمه من نفسه۔

سامع کا اشتباہ اُس علم کی نفی نہیں کرسکتا جو قاری کو خود اپنی ذات سے متعلق حاصل ہے۔

وکانه لاجل هذا عدل المحقق علی الاطلاق فی الفتح عن هذا التقریر واقتصر علی ماحط علیه کلامهما اخرا وهو عدم جواز الصلٰوة به حیث قال وجهه ان مادون الاٰیة لایعد به قارئا قال تعالٰی فاقرؤا ماتیسر من القراٰن کما قال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لایقرأ الجنب القراٰن فکما لایعد قارئا بمادون الاٰیة حتی لاتصح بها الصلٰوة کذا لایعد بها قارئا فلا یحرم علی الجنب والحائض اھ[1]۔

شاید اسی لئے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس تقریر سے ہٹ کر صرف اُس پر اکتفا کی جو صاحبِ محیط وامام فخر الاسلام کے آخر کلام میں واقع ہے وہ یہ کہ اس قدر سے نماز نہیں ہوتی۔ حضرت محقق لکھتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مادون الاٰیۃ پڑھنے والے کو قراءت کرنے والا شمار نہیں کیا جاتا۔ باری تعالٰی کا ارشاد ہے: "تو قرآن سے جو میسر آئے پڑھو"۔ جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جنابت والا قرآن کی قراءت نہ کرے"۔ تو جیسے مادون الاٰیۃ پڑھنے سے اس کو قراءت کرنے والا شمار نہیں کیا جاتا کہ اتنے سے نماز درست نہیں ہوتی اسی طرح یہاں بھی اتنے حصے سے اس کو قراءت کرنے والا شمار نہ کیا جائیگا تو اتنا پڑھنا جنب وحائض پر حرام نہ ہوگا اھ۔

ورده المحقق الحلبی فی الحلیة تبعا للامام النسفی فی الکافی باطلاق الحدیث من دون فصل بین قلیل وکثیر قالا وهو تعلیل فی مقابلة النص فیرد لان شیئا نکرة فی موضع النفی

اسے محقق حلبی نے حلیہ میں کافیِ امام نسفی کی تبعیت میں رَد کر دیا کہ حدیث مطلق ہے اس میں قلیل وکثیر کا کوئی فرق نہیں۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں، یہ نص کے معاملہ میں تعلیل ہے اس لئے قابل قبول نہیں کیونکہ حدیث (لایقرأ الجنب والحائض شیئا من القراٰن) میں شیئاً

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ باب الحیض والاستحاضۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۴۸

فتعم ومادون الاٰیۃ قراٰن فیمتنع کالاٰیۃ[1] اھ وتبعھما البحر ثم ش۔

مقام نفی میں نکرہ ہے اس لئے وہ عام ہوگا اور مادون الاٰیۃ بھی قرآن ہے تو اس کا پڑھنا بھی ناجائز ہوگا جیسے پوری آیت کا پڑھنا اھ۔ اسی تردید میں ان دونوں حضرات کی پیروی بحر پھر شامی نے بھی کی ہے۔

ورأیتنی علقت علیہ مانصہ

اقول المحقق[ف] لایقیس المسألۃ علی المسألۃ بل یرید ان الاحادیث انما حرمت علی الجنب قراءۃ القراٰن وقد علمنا ان قراءۃ مادون الاٰیۃ لاتعد قراءۃ القراٰن شرعًا والا لجازت بہ الصلوۃ لان قولہ تعالٰی فاقرؤا ماتیسر من القراٰن قد فرض القراءۃ من دون فصل بین قلیل وکثیر مع تاکید الاطلاق بما تیسر وحینئذ لاحجۃ لکم فی اطلاق الاحادیث فافھم[2]

میں نے دیکھا اس پر میں نے یہ حاشیہ لکھا:

اقول حضرت محقق مسئلہ کا مسئلہ پر قیاس نہیں کررہے ہیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ احادیث نے جنب پر قراءتِ قرآن حرام کی ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ مادون الاٰیۃ (آیت سے کم حصہ) کو پڑھنا، شرعًا قراءتِ قرآن شمار نہیں ہوتا ورنہ اس سے نماز ہوجاتی۔ اس لئے کہ ارشادِ باری تعالٰی فاقرؤا ماتیسر من القراٰن (تو قراءت کرو جو بھی قرآن سے میسر آئے) نے قراءت فرض کی، جس میں قلیل وکثیر کا کوئی فرق نہیں، ساتھ ہی ماتیسر (جو بھی میسر آئے) کے اطلاق کی تاکید بھی ہے، جب ایسا ہے تو اطلاقِ احادیث میں بھی تمہارے لئے حجت نہیں، تو اسے سمجھو۔

ثم لما قال الدر لوقصد

پھر درمختار کی عبارت ہے، اگر سکھانے

ف: تطفل علی الحلیۃ والبحر وش۔

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹
[2] جدالممتار علی ردالمحتار " المجمع الاسلامی مبارکپور ہند ۱/۱۱۷

التعلیم ولقن کلمۃ کلمۃ حل فی الاصح[1] وکتب علیہ ش ھذا علی قول الکرخی وعلی قول الطحاوی تعلم نصف اٰیۃ نہایۃ وغیرھا ونظر فیہ فی البحر بان الکرخی قال باستواء الاٰیۃ ومادونھا فی المنع واجاب فی النھر بان مرادہ بما دونھا مابہ یسمی قارئا وبالتعلیم کلمۃ کلمۃ لایعد قارئا[2] اھ اھ۔

کا قصد ہو اور ایک ایک کلمہ بول کر سکھائے تو برقولِ اصح جائز ہے۔ اس پر علامہ شامی نے لکھا: یہ حکم امام کرخی کے قول پر ہے۔ اور امام طحاوی کے قول پر نصف آیت سکھائے ــ نہایہ وغیرہا۔ اس پر بحر نے یہ کلام کیا کہ امام کرخی کے نزدیک آیت اور مادون الآیہ یہ دونوں ہی عدمِ جواز میں برابر ہیں۔ نہر میں اس کا یہ جواب دیا کہ مادون الآیہ سے ان کی مراد اس قدر ہے جتنے سے اس کو قرارت کرنے والا کہا جا سکے اور ایک ایک کلمہ سکھانے سے اس کو قرارت کرنے والا شمار نہ کیا جائے گا اھ اھ۔

کتبت علیہ اقول ھذا یؤید کلام المحقق فانکم الضالم تنظروا ھھنا الی ان الاحادیث لم تفصل بین القلیل والکثیر وانما مفزعکم فیہ الی ان من قرأ کلمۃ لایعد قارئا مع ان تلک الکلمۃ ایضا بعض القراٰن قطعا فکذلک ھم یقولون ان من قرأ مادون الاٰیۃ لایعد قارئا ایضا والا لکان ممتثلا لقولہ

اس پر میں نے یہ حاشیہ لکھا: اقول اس سے کلامِ محقق کی تائید ہوتی ہے۔ اسی لئے کہ یہاں آپ حضرات کی نظر بھی اس طرف نہیں کہ احادیث میں قلیل وکثیر کے درمیان کوئی تفریق نہیں بلکہ یہاں آپ نے صرف اس کا سہارا لیا ہے کہ جس نے ایک کلمہ پڑھا اسے قاری شمار نہیں کیا جاتا باوجودے کہ وہ کلمہ بھی قطعاً بعضِ قرآن ہے ــ اسی طرح وہ حضرات بھی کہتے ہیں کہ جس نے مادون الآیہ پڑھا اسے بھی قرارت کرنے والا شمار نہیں کیا جاتا ورنہ وہ ارشادِ

ف: تطفل علی النھر وش۔

---

[1] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۳

[2] رد المحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۶

تعالٰی فاقرؤا ما تیسر منه ولزم جواز الصلوٰۃ بما دون الاٰیۃ[1] بالمعنی المذکور وھو خلاف ما اجمعنا علیه اھ۔

ثم لما قال ش بقی مالو کانت الکلمۃ اٰیۃ[12] کص وق نقل نوح افندی عن بعضھم انه ینبغی الجواز اقول وینبغی عدمه فی مدھامتٰن تأمل[2] اھ۔

کتبت علیه اقول وجھه علی ذٰلك ظاھر فانه لا یعد بھذا قارئا والا لجازت الصلوٰۃ به وبه یظھر وجه ما بحث العلامۃ المحشی فی "مدھامتٰن" فانه تجوز به الصلوٰۃ عند الامام علی ما مشی علیه ملك العلماء فی البدائع والامام الاسبیجابی فی شرح المختصر وشرح الجامع الصغیر من دون حکایۃ

باری تعالٰی فاقرؤا ما تیسر منه کی بجا آوری کرنے والا قرار پاتا اور ما دون الآیہ بمعنی مذکور سے نماز کا جواز لازم ہوتا ـــ حالاں کہ یہ ہمارے اور آپ کے اجماعی حکم کے برخلاف ہے اھ۔

پھر علامہ شامی لکھتے ہیں : یہ صورت رہ گئی کہ اگر وہ کلمہ پوری ایک آیت ہو جیسے صٓ اور قٓ تو کیا حکم ہے ؟ علامہ نوح آفندی نے بعض حضرات سے نقل کیا ہے کہ جواز ہونا چاہیے میں کہتا ہوں اور مدھامتٰن میں عدمِ جواز چاہیے ـــ تأمل کرو اھ۔

اس پر میں نے یہ حاشیہ لکھا : **اقول** اس قول کی بنیاد پر اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ وہ اتنی مقدار پڑھنے سے قراءت کرنے والا شمار نہ ہوگا ورنہ اس سے نماز جائز ہوتی۔ اور اسی سے اس کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے جو علامہ شامی نے مدھامتٰن میں بحث کی ہے کیونکہ اس سے حضرت امام کے نزدیک نماز ہو جاتی ہے جیسا کہ اس پر بدائع میں ملک العلماء اور شرح مختصر و شرح جامع صغیر میں امام اسبیجابی گئے ہیں اور مذہب امام

ف: معروضۃ اخرٰی علی العلامۃ ش۔

---

[1] جد الممتار علی رد المحتار کتاب الطہارۃ المجمع الاسلامی مبارکپور ہند ۱/ ۱۱۸

[2] رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۱۶

خلاف فیه علی مذهب الامام رضی الله تعالٰی عنه وکل ذٰلك یؤید ما قدمنا فی تقریر کلام المحقق اھ ما علقت علیه[1]

وھذا کله کلام معهم علی ما قرروا وانا اقول وبالله التوفیق انما توجه ھذا علی کلام النهر و ش لانهما حملا مذهب الکرخی علی ما اٰل به الی قول الطحاوی فانا اثبتنا عرش التحقیق ان ما یعد به قارئا لایجوز وفاقا ولو بعض اٰیة وقد شهد به کلام اولٰئك الاعلام الثلثة الموجهین قول ابی جعفر کما سمعت وھذا فخر الاسلام المختار قوله مصرحا بعدم جواز بعض اٰیة طویلة یکون کاٰیة فان کان ابو الحسن ایضا لا یمنع الا ما یعد به قارئا لم یبق

رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اس میں کسی خلاف کی کوئی حکایت بھی نہیں — ان سب سے اُس بیان کی تائید ہوتی ہے جو ہم نے کلام محقق علیہ الرحمہ کی تقریر میں پیش کیا اھ میرا حاشیہ ختم ہوا۔

یہ سب ان حضرات کی تقریرات کے مطابق ان کے ساتھ کلام تھا۔ اور میں کہتا ہوں۔ وباللہ التوفیق — یہ اعتراض نہر و شامی کے کلام پر صرف اس لئے متوجہ ہوا کہ ان حضرات نے مذہب امام کرخی کو ایسے معنی پر محمول کیا جس سے وہ امام طحاوی کے قول کی طرف راجع ہوگیا — ہم نے تو قصر تحقیق کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ جتنے سے قراءت کرنے والا شمار کیا جائے اس کا پڑھنا بالاتفاق جائز نہیں اگرچہ وہ بعض آیت ہی ہو۔ اور اس پر امام ابوجعفر طحاوی کے قول کی توجیہ فرمانے والے اُن تینوں بزرگوں (فخر الاسلام، رضی الدین، حضرت محقق) کا کلام بھی شاہد ہے جیسا کہ ہم نے پیش کیا — امام طحاوی کا قول اختیار کرنے والے یہ فخر الاسلام ہیں جو اس بات کی تصریح فرمارہے ہیں کہ کسی لمبی آیت کا اتنا حصہ جو ایک آیت کی طرح ہو، پڑھنا جائز نہیں — تو

ف: تطفل اٰخر علی النهر وثالث علی ش۔

[1] جد الممتار علی رد المحتار کتاب الطہارۃ المجمع الاسلامی مبارکپور (ہند) ۱/۱۱۸

الخلاف فالصحیح ما نص علیہ فی الحلیۃ وتبعہ البحران منع الکرخی مبنی علی صرافۃ اسالہ ومحوضۃ اطلاقہ بعد ان تکون القراءۃ بقصد القرآن وقد سمعت نص امیر المؤمنین المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ ولاحرفا واحدا۔

اگر امام ابو الحسن کرخی بھی صرف اسی کو ناجائز کہتے ہیں جس سے اس کو قرارت کرنے ذا الاشمار کیا جائے تب تو کوئی اختلاف ہی نہیں رہ جاتا۔ توضیح وہ ہے جس کی تصریح صاحبِ حلیہ نے فرمائی اور بحر نے ان کا اتباع کیا کہ امام کرخی کی ممانعت اپنے خالص اطلاق وعدم تقیید پر باقی ہے اس شرط کے ساتھ کہ قرارت بہ نیتِ قرآن ہو اور امیر المؤمنین علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص سُن چکے کہ بحالتِ جنابت "ایک حرف بھی نہ پڑھو۔

قال فی الحلیۃ المذکور فی النھایۃ وغیرھا اذا حاضت المعلمۃ فینبغی لھا ان تعلم الصبیان کلمۃ کلمۃ وتقطع بین الکلمتین علی قول الکرخی وعلٰی قول الطحاوی تعلم نصف اٰیۃ انتھی، قال قلت وفی التفریع المذکور علی قول الکرخی نظر فانہ قائل باستواء الاٰیۃ وما دونھا فی المنع اذا کان بقصد القراٰن کما تقدم فھی حینئذ عندہ ممنوعۃ من ذکر الکلمۃ بقصد القراٰن لصدق ما دون الاٰیۃ علیھا وھذا اذا لم تکن الکلمۃ اٰیۃ فان کانت کمدھامتان فالمنع اظھر

حلیہ میں کہا، نہایہ وغیرہا میں مذکور ہے کہ جب معلّمہ حائض ہو تو اسے چاہیے کہ بچّوں کو ایک ایک کلمہ سکھائے اور دو کلموں کے درمیان فصل کر دے، یہ حکم امام کرخی کے قول پر ہے۔ اور امام طحاوی کے قول پر یہ ہے کہ نصف آیت سکھائے، انتہی ــــ صاحبِ حلیہ لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں امام کرخی کے قول پر تفریع مذکور محلِ نظر ہے اس لئے کہ وہ اس کے قائل ہیں کہ آیت اور ما دون الآیہ دونوں ہی کو بقصدِ قرآن پڑھنا منع ہے جیسا کہ گزرا، تو ان کے نزدیک حائضہ کو بہ قصدِ قرآن ایک کلمہ بھی زبان پر لانے سے ممانعت ہوگی اس لئے کہ ما دون الآیہ اس پر بھی صادق ہے ۔ یہ گفتگو اس صورت میں ہے جب کہ ایک کلمہ کامل آیت نہ ہو، اگر ایسا ہو جیسے مدھامتان ۝ تو ممانعت اور زیادہ ظاہر ہے۔

www.alahazratnetwork.org

فان قلت لعل مراد هذا القائل التعلیم المذکور بنیة غیر قراءة القرآن قلت ظاهر ان الکرخی حینئذ لیس بمشترط ان یکون ذلك کلمة کلمة بل یجیزه ولو اکثر من نصف اٰیة بعد ان لایکون اٰیة نعم لعل التقیید بالکلمة لکونه الغالب فی التعلیم اولان الضرورة تندفع فلاحاجة الی فتح باب المزید علیه[1] اھ۔

اگر یہ سوال ہو کہ شاید اس قائل کی مراد یہ ہو کہ تعلیم مذکور قراءتِ قرآن کے علاوہ کسی اور نیت سے ہو۔ تو میں کہوں گا ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں امام کرخی ایک ایک کلمہ ہونے کی شرط نہیں رکھتے بلکہ اسے جائز کہتے ہیں اگرچہ نصف آیت سے زیادہ ہو، اس کے بعد کہ پوری آیت نہ ہو۔ ہاں ایک ایک کلمہ کی قید شاید اس لئے ہو کہ سکھانے میں عموماً یہی ہوتا ہے یا اس لئے کہ اتنے سے ضرورت پوری ہوجاتی ہے تو اس سے زیادہ کا دروازہ کھولنے کی حاجت نہیں اھ۔

اقول وله عـه ملمح ثالث مثل الاول او احسن وھو ان المرکب من کلمتین ربما لاتجد فیه نیة غیر القراٰن کقوله تعالٰی انا اللّٰه[2] وقوله تعالٰی فاعبدنی[3] وقوله تعالٰی عصٰی اٰدم[4] فان من قاله فی غیر التلاوة

اقول اس کی ایک تیسری صورت بھی ہے جو اول کے مثل یا اس سے بھی خوب تر ہے۔ وہ یہ کہ دو کلموں کے مرکب میں بار ہا ایسا ہوگا کہ غیر قرآن کی نیت ہی نہ ہو پائے گی جیسے ارشادِ باری تعالٰی: اَنَا اللّٰہ (میں خدا ہوں) اور یہ ارشاد: فاعبدنی (تو میری عبادت کر) اور یہ فرمان: عصٰی اٰدم، کہ غیر تلاوت میں

www.alahazratnetwork.org

عـه ذکرته مماشاة وسیأتی ان الوجه عندی الثانی اھ منه۔

عـه میری یہ روش ہم قدمی کے طور پر ہے ورنہ آگے ذکر ہوگا کہ میرے نزدیک با وجہ ثانی ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

[2] القراٰن الکریم ۲۸ /۳۰

[3] القراٰن الکریم ۲۰ /۱۴

[4] 〃 〃 ۲۰ /۱۲۱

فقد غوى، بخلاف المفردات القرأنية فليس شئ منها بحيث يتعين للقرأنية ولا يصلح الدخول في مجاري المحاورات الانسانية فذكر ما هو اعم و اكفى ولا يحتاج الى ادراك المعنى ولا غائلة فيه اصلاحتى للجهال لاسيما النساء المخدرات في الجهال۔

جو اس طرح کیے گمراہ ہوجائے، اور قرآنی مفردات میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس کا قرآن ہونا ہی متعین ہو اور انسانی بول چال کے مقامات میں آنے کے قابل نہ ہو تو وہ ذکر کیا جو زیادہ عام اور زیادہ کافی ہو اور جس میں ادراکِ معنی کی حاجت نہ ہو اور اس میں کوئی خرابی نہیں یہاں تک کہ جُہّال خصوصًا پردہ نشین عورتوں کے لئے بھی۔

وهذا كما ترى كلام حسن (اى ما افاده في الحلية ۱۲) من الحسن بمكان غير اني اقول (ف) لا وجه لقوله بعد ان لا يكون اٰية فان ما كان بنية غير القراٰن لا يتقيد بما دون اٰية كما تقدم وكل من اٰية وما دونها قد يصلح لنية غيره وقد لا كاٰية الكرسي والابعاض التي تلونا فما صلح صح ولو اٰية وما لا فلا ولو دونها۔

صاحبِ حلیہ نے جو افادہ کیا بہت عمدہ و باوقعت کلام ہے مگر یہ کہ میں کہتا ہوں "اس کے بعد کہ پوری آیت نہ ہو" یہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لئے کہ جو غیر قرآن کی نیت سے ہو اس میں یہ قید نہیں کہ ایک آیت سے کم ہو" اور آیت وما دون الاٰیة ہر ایک کبھی غیر قرآن کی نیت کے قابل ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا جیسے آیۃ الکرسی، اور وہ بعض ٹکڑے جو ہم نے تلاوت کئے۔ تو جو غیر قرآن کی نیت کے قابل ہوجائے اس کا پڑھنا صحیح ہے اگرچہ ایک آیت ہو اور جو ایسا نہ ہو اسے پڑھنا درست نہیں اگرچہ ایک آیت سے کم ہو۔

وما بحث في الفاتحة وعدم تغيرها بنية الثناء والدعاء ان الخصوصية القرأنية لازمة لها قطعا كيف لا و

اور صاحبِ حلیہ نے سورۂ فاتحہ سے متعلق جو بحث کی ہے اور کہا ہے کہ ثنا و دعا کی نیت سے اس میں تغیر نہیں ہوتا اس لئے کہ خصوصیت قرآنیہ اسے قطعًا لازم ہے۔ کیوں نہ ہو جب کہ

ف: تطفل على الحلية۔

www.alahazratnetwork.org

هو معجز یقع بہ التحدی فلا یجری فی کل اٰیۃ کما لا یخفی فلا ادری ما الحامل لہ علی التقیید بہا مع انہ ھو الناقل[ف۱] عن الخلاصۃ معتمدا علیہ جوازہ مثل ثم نظر و لم یولد، ثم بحثہ فی مثل الفاتحۃ وان کان لہ تماسک فما کان لبحث ان یقضی علی النص۔

یہ وہ قدر معجز ہے جس سے تحدی واقع ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بحث ہر آیت میں جاری نہیں ہوتی تو پتہ نہیں کہ آیت کی قید لگانے پر ان کے لئے باعث کیا ہے (یعنی ان کے اس قول میں، اس کے بعد کہ پوری آیت نہ ہو) باوجودے کہ خلاصہ سے انھوں نے اعتماد کے ساتھ خود ہی نقل کیا ہے کہ ثم نظر اور لم یولد کے مثل میں جواز ہے۔ پھر سورۂ فاتحہ کے مثل میں ان کی بحث کو اگر کچھ سہارا بھی مل جائے تو بھی کوئی بحث، نص کے خلاف فیصلہ نہیں کر سکتی۔

ثم[ف۲] ما ذکرہ ھٰھنا سؤالا وترجیا ان مراد الکرخی فی التعلیم ما اذا نوی غیر القراٰن قد جزم بہ من قبل قائلا "ینبغی ان یشترط فیہ (ای فی التعلیم) ایضا عدم نیۃ القراٰن لما سنذکرہ عن قریب معنی واثرا[1] اھ وقال عند قول الماتن "لا یکرہ التھجی بالقراٰن والتعلیم للصبیان حرفا حرفا" ھذا انما یظھر اذا لم ینو بہ القراٰن اما اذا نواہ بہ فانہ یکرہ[2] اھ۔

پھر یہاں سوال اور شاید کے طور پر جو بات ذکر کی ہے کہ "تعلیم میں امام کرخی کی مراد غیر قرآن کا قصد ہونے کی صورت میں ہے" اس کو اس سے پہلے بطور جزم بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ تعلیم میں بھی نیتِ قرآن نہ ہونا چاہئے اس کی وجہ ہم معنی و اثر کے لحاظ سے آگے بیان کریں گے اھ۔ ماتن کی عبارت تھی: "قرآن کی تہجی اور بچوں کو ایک ایک حرف سکھانا مکروہ نہیں" اس پر حلیہ میں لکھا: بظاہر یہ حکم اسی صورت میں ہے جب نیتِ قرآن نہ ہو اور اگر اس سے قرآن کی نیت ہو تو مکروہ ہے اھ۔

www.alahazratnetwork.org

ف۱: تطفل اٰخر علیہا۔

ف۲: مسئلہ تعلیم کی نیت سے قرآن مجید قرآن ہی رہے گا صرف اتنی نیت جنب و حائض کو کافی نہیں۔

---

[1] و [2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

اقول وھذا ھو الحق الناصع فمجرد نیۃ التعلیم غیر مغیر فما تعلیم شیئ الا القاؤہ علی غیرہ لیحصل لہ العلم بہ فاذا قرأ و نوی تعلیم القراٰن فقد اراد قراءۃ القراٰن لیلقیہ ویلقنہ فنیۃ التعلیم لایغیرہ بل یقررہ فما وقع[ف۱] فی الدرالمختار من عدہ نیۃ التعلیم فی نیات غیر القراٰن لیس فی محلہ فلیتنبہ۔

فان قلت نیۃ التعلیم ان لم تکن مغیرۃ فما بال فتح المصلی علی غیر امامہ یفسد صلوٰتہ وما ھو الا التعلیم وقراءۃ القراٰن لاتفسد الصلوٰۃ **قلت** لیس الفساد لان القراٰن تغیر[ف۲] بنیۃ الفتح بل لان الفتح علی غیر الامام لیس من اعمال الصلوٰۃ وھو عمل کثیر فیفسد الاتری[ف۳] ان المصلی ان قیل لہ

اقول یہی بے داغ، خالص حق ہے۔ تو صرف نیتِ تعلیم سے کوئی تغیر نہیں ہوتا کیوں کہ کسی شئے کی تعلیم یہی ہے کہ اس شئے کو دوسرے کے سامنے اس لئے پیش کرے کہ اُسے اس کا علم حاصل ہوجائے۔ تو جب اس نے پڑھا اور تعلیمِ قرآن کی نیت کی تو یہ متحقق ہوگیا کہ دوسرے کو بتانے سکھانے کے لئے اس نے قرآن پڑھنے کا قصد کیا۔ تو نیتِ تعلیم سے نیتِ قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ اس کی اور تائید و تاکید ہوتی ہے —— تو درمختار میں نیتِ تعلیم کو غیر قرآن کی نیتوں میں شمار کرانا بے جا ہے، اس پر متنبہ رہنا چاہیے۔

اگر سوال ہو کہ جب نیتِ تعلیم سے کوئی تغیر نہیں ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ نمازی اگر اپنے امام کے علاوہ کسی اور کو لقمہ دے دے تو اس کی نماز فاسد ہوجاتی ہے حالاں کہ وہ بھی تعلیم ہی ہے اور قراءتِ قرآن مفسدِ نماز نہیں، **میں کہوں گا** فسادِ نماز کا سبب یہ نہیں ہے کہ لقمہ دینے کی نیت سے قرآن میں تغیر ہوگیا بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ غیر امام کو لقمہ دینا اعمالِ نماز میں نہیں، اور یہ عمل کثیر ہے اس لئے نماز کو فاسد کردے گا۔ دیکھو اگر مصلی سے کہا جائے فلاں

www.alahazratnetwork.org

ف۱: تطفل علی الدرالمختار

ف۲: مسئلہ نمازی اگر اپنے امام کے سوا کسی کو قرآن مجید میں لقمہ دے گا نماز جاتی رہے گی۔

ف۳: مسئلہ نمازی نماز میں ہے اُس وقت کسی نے کہا فلاں آیت یا سورت پڑھ۔ اُس نے اس کا کہا ماننے کی نیت سے پڑھی نماز جاتی رہے گی۔

اقرا اٰیۃ کذا فقرأ امتثالا لامرہ فسدت صلٰوتہ مع انہ لم یقرأ الا القراٰن وباللہ التوفیق۔

بقی الکلام علی توجیہ الامام ابن الھمام وما ذکرنا لہ من تقریر المرام فلنعم الجواب عنہ ما نقلہ فی الحلیۃ بعد الجواب الاول المذکور اذ قال مع انہ قال اجیب ایضا بالاخذ بالاحتیاط فیھما وھو عدم الجواز فی الصلٰوۃ والمنع للجنب[1] اھ۔

اقول تقریرہ ان الامام وصاحبیہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اختلفوا فی فرض القراءۃ فقالا ثلٰث قصار او اٰیۃ طویلۃ ای ما یعدل ثلٰثا لانہ لایسمی فی العرف قارئا بدونہ وقال بل اٰیۃ ای اذا لم تکن مما یجری فی تحاور الناس ویشبہ تکلمھم فیما بینھم کثم نظر فانھا اذا کانت کذٰلک عد قارئا عرفا بخلاف مادون الاٰیۃ بالمعنی الذی اعطینا من قبل فھو وان کان بہ قارئا حقیقۃ لایعد قارئا عرفا فنطقت الشبھۃ

آیت پڑھو، اس نے اس کے حکم کی بجا آوری کے لئے پڑھا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی باوجودے کہ اس نے قرآن ہی پڑھا۔ وباللہ التوفیق۔

اب اس پر کلام رہ گیا جو امام ابن الہمام نے توجیہ کی اور ہم نے جوان کے مقصد کی تقریر کی تو اس کا بہت عمدہ جواب وہ ہے جو حلیہ میں مذکورہ جواب اول کے بعد نقل کیا وہ لکھتے ہیں: باوجودیکہ یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ دونوں میں احتیاط پر عمل ہے وہ یہ کہ نماز میں عدم جواز ہے اور جنب کے لئے پڑھنے کی ممانعت ہے اھ۔

اقول اس کی تقریر یہ ہے کہ حضرت امام اور صاحبین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان فرض قراءت کی مقدار میں اختلاف ہے صاحبین نے فرمایا تین چھوٹی آیتوں یا تین آیتوں کے برابر ایک لمبی آیت کی قراءت فرض ہے اس لئے کہ عرف میں اس کے بغیر اسے قراءت کرنے والا نہیں کہا جاتا اور امام نے فرمایا بلکہ ایک آیت پڑھنا فرض ہے جبکہ وہ اس قسم سے نہ ہو جو لوگوں کی بول چال میں جاری ہے اور جوان کی باہمی گفتگو کے مشابہ ہے جیسے "ثم نظر"۔ کیونکہ جب اس شرط کے ساتھ کوئی آیت پڑھے گا تو عرفاً اسے قراءت کرنے والا شمار کیا جائے گا بخلاف اس کے جو ایک آیت سے کم ہو اسی معنی میں جو ہم نے پہلے بیان کیا۔ تو وہ اس کی وجہ سے اگرچہ حقیقۃً قراءت کرنے والا ہے مگر عرفاً اسے قراءت کرنے والا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

www.alahazratnetwork.org

فی براءة الذمة من قبل العرف
هکذا اقررہ هذا المحقق نفسه
وقال قوله تعالٰی "ما تیسر" مقتضاه
الجواز بدون الاٰیة وهو قول
ابن عباس فانه قال اقرأ
ما تیسر معك من القراٰن
ولیس شیئ من القراٰن
بقلیل الا ان ما دون الاٰیة خارج
من النص اذ المطلق ینصرف الی
الکامل فی الماهیة ولا یجزم بکونه
قارئا عرفا به فلم یخرج عن
عهدة ما لزمه بیقین اذ لم
یجزم بکونه من افرادہ فلم
تبرء به الذمة خصوصا والموضع
موضع الاحتیاط بخلاف الاٰیة
اذ یطلق علیه قارئا بها فالخلاف
راجع بین الامام وصاحبیه)
مبنی علی الخلاف فی قیام
العرف فی عدہ قارئا بالتقصیرة
قالا لا وهو یمنع وفی الاسرار
ما قالاہ احتیاط فان قوله
"لم یلد" "ثم نظر" لا یتعارف
قراٰنا وهو قراٰن
حقیقة فمن حیث الحقیقة
حرم علی الحائض والجنب

www.alahazratnetwork.org

شمار نہیں کیا جاتا۔ تو عرف کی جہت سے اس کے
بری الذمہ ہونے میں شبہہ راہ پا گیا ـــ اسی طرح
اس کی خود محقق حلبی نے تقریر کی ہے اور فرمایا ہے
کہ باری تعالٰی کے ارشاد ماتیسّر کا تقاضا
یہ ہے کہ مادون الآیہ سے بھی نماز ہو جائے اور یہی
حضرت ابن عباس کا قول ہے انھوں نے فرمایا
تمھیں قرآن سے جو بھی میسر آئے پڑھو اور قرآن میں
سے کچھ بھی قلیل نہیں۔ مگر یہ ہے کہ مادون الآیہ نص سے
خارج ہے اس لئے کہ مطلق اسی کی طرف پھرتا ہے
جو ماہیت میں کامل ہو اور مادون الآیہ سے اس کو
عرفاً قرارت کرنے والا شمار نہیں کیا جاتا تو اس پر جو
لازم ہوا اس سے وہ یقینی طور پر عہدہ برآ نہ ہوا،
اس لئے کہ اس پر جزم نہ ہوا کہ یہ مقدار، قدر لازم
کے افراد سے ہے تو اتنے سے وہ بری الذمہ نہ ہوا
خصوصاً جبکہ یہ مقام احتیاط ہے بخلاف کامل آیت
کے، کہ اسے پڑھنے کی وجہ سے اس پر قرارت
کرنے والے کا اطلاق ہوتا ہے۔ (تو حضرت امام
اور صاحبین کے درمیان) اختلاف کی بنیاد اس
پر ہے کہ چھوٹی آیت پڑھنے سے عرفاً اسے قرارت
کرنے والا شمار کیا جاتا ہے یا نہیں؛ صاحبین
نے فرمایا: نہیں، اور امام نے فرمایا: ہاں ـــ
اور اسرار میں ہے کہ قولِ صاحبین میں احتیاط
ہے اس لئے کہ ارشادِ باری لم یلد ـــ
اور ـــ ثم نظر ـــ بطور قرآن متعارف نہیں
اور در حقیقت یہ قرآن ہے۔ تو حقیقت کا اعتبار

ومن حیث العرف لم نجز الصلٰوة به احتیاطا فیهما[1] اھ مختصرا۔

کرکے حائض وجنب پر اس کی قراءت حرام رکھی گئی اور عرف کا لحاظ کرکے ہم نے اس سے نماز جائز نہ کہی، تاکہ دونوں مسئلوں میں ہمارا عمل احتیاط پر رہے اھ مختصرًا۔

فعدم تناول الاطلاق مادون الاٰیة فی قوله تعالٰی فاقرؤا ماتیسر من القراٰن[2] لایستلزم عدم تناوله له فی قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لایقرء الجنب ولا الحائض شیئا من القراٰن[3] بل قضیة الدلیل هو التناول ههنا والخروج ثمه۔

تو باری تعالٰی کے ارشاد: فاقرؤا ماتیسر من القرآن میں مادون الآیہ کو اطلاق کا شامل نہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد لایقرأ الجنب ولا الحائض شیئا من القرآن (جنب اور حائض قرآن سے کچھ بھی نہ پڑھیں) میں بھی اطلاق اسے شامل نہ ہو بلکہ دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں شامل ہو اور وہاں شامل نہ ہو۔

www.alahazratnetwork.org

ثم **اقول** (ف) لایخفی علیك ان لو بنی الامر ههنا علی مایعد به قارئا عرفا لزم ان یحل عند الصاحبین للجنب واختیه قراءة مادون ثلث ایات بنیة القراٰن ولا قائل به فتحقق

ثم **اقول** مخفی نہیں کہ اگر "یہاں" (مسئلہ جنب میں) بنائے کار اس پر ہوتی جس کی وجہ سے اس کو عرفًا قراءت کرنے والا شمار کیا جائے تو لازم تھا کہ صاحبین کے نزدیک جنب اور حیض ونفاس والی کے لئے تین آیت سے کم بہ نیت قرآن پڑھنا جائز ہو۔ حالاں کہ

ف: تطفل علی الفتح۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ فصل فی القراءۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۹۰
[2] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰
[3] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی الجنب والحائض الخ حدیث ۱۳۱ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۸۲
سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی قراءۃ القرآن علی غیر طہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۴

ان قول الکرخی ھو الارجح روایۃ ودرایۃ والحمد للہ ولی الھدایۃ۔

کوئی اس کا قائل نہیں ۔ تو ثابت ہوا کہ امام کرخی ہی کا قول روایت و درایت دونوں لحاظ سے ارجح ہے، اور ساری حمد خدا کیلئے ہے جو ہدایت کا مالک ہے۔

ولکن العجب من المحقق الحلبی کتبت ھذا ثم رأیت فی غنیتہ مال الی ماقلت ان لاقائل بہ حیث قال "وینبغی ان تقید الاٰیۃ بالقصیرۃ التی لیس مادونھا مقدار ثلث اٰیات قصار فانہ اذاقرأ مقدار سورۃ الکوثر یعد قارئا وان کان دون اٰیۃ حتی جازت بہ الصلوۃ واما ماعلی وجہ الدعاء والثناء فلانہ لیس بقراٰن لان الاعمال بالنیات والالفاظ محتملۃ فتعتبر النیۃ ولذا لوقرأ ذٰلک فی الصلوۃ بنیۃ الدعاء والثناء لاتصح بہ الصلوۃ اھ[1]

لیکن محقق حلبی (صاحبِ غنیہ) پر تعجب ہے کہ وہ اس طرف مائل ہیں جس کے بارے میں مَیں نے کہا کہ اس کا کوئی قائل نہیں ۔ مذکورۂ بالا سطور لکھنے کے بعد میں نے غنیہ میں دیکھا کہ وہ لکھتے ہیں، "آیت کے ساتھ یہ قید ہونی چاہئے کہ ایسی چھوٹی آیت جس سے ذرا کم ہو تو وہ آیت تین چھوٹی آیتوں کے بقدر نہ ہو اس لئے کہ جب وُہ سورۂ کوثر کے بقدر پڑھے اگرچہ وہ ایک آیت سے کم ہی ہو تو اس کی وجہ سے وہ قرات کرنے والا شمار ہوگا یہاں تک کہ اس سے اس کی نماز ہوجائے گی۔ لیکن جو دُعا اور ثنا کے طور پر ہو تو وہ قرآن نہیں اس لئے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور الفاظ میں احتمال ہوتا ہے تو نیت کا اعتبار ہوا۔ اسی لئے اگر اسے نماز میں بہ نیتِ دُعا و ثنا پڑھا تو نماز درست نہ ہوگی اھ۔

اقول اولاً وقع بحثہ[ف] علی خلاف المنصوص فی شرح الجامع الصغیر للامام فخر الاسلام فانہ

اقول اولاً ان کی بحث اس کے خلاف واقع ہے جو امام فخر الاسلام کی شرح جامع صغیر میں منصوص ہے اس لئے کہ انھوں نے لمبی

ف: تطفل علی الغنیۃ۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قراءۃ القرآن للجنب سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷

www.alahazratnetwork.org

اعتبر كون بعضها كاٰية لاكثلث كما تقدم۔

وثانيا عدل[ف۱] عن قول الامام الى قولهما فى افتراض ثلث فان راعى الاحتياط لما مرعن الاسرار ان ما قالاه احتياط فتقدم عن الاسرار نفسها ان ذلك فى الصلوٰة اما فى مسألة الجنب فالاحتياط فى المنع وقد نقله هكذا فى الغنية۔

وثالثا ما ذكر[ف۲] من[ف۳] عدم الاجزاء اذا قرأ فى الصلوٰة بنية الثناء خلاف المنصوص ايضا ففى البحرعن التوشيح عن الامام الخاصى اذا قرأ الفاتحة فى الاولين بنية الدعاء نصوا على انها مجزئة[۱] اھ وعن التجنيس اذا قرأ فى الصلوٰة فاتحة الكتاب على قصد الثناء جازت صلوٰته لانه وجدت القراءة فى محلها فلا يتغير حكمها بقصده[۲] اھ ومثله فى الدر نعم نقل فى البحرعن القنية

آیت کے بعض کو ایک آیت کے مثل شمار کیا ہے تین آیت کے مثل نہیں جیساکہ گزرا۔

ثانیاً قول امام سے عدول کرکے تین آیت کی فرضیت میں قول صاحبین کی طرف آگئے۔ اگر اس میں انھوں نے احتیاط کی رعایت کی ہے کیونکہ اسرار کے حوالہ سے گزرا کہ قولِ صاحبین میں احتیاط ہے تو خود اسرار ہی کے حوالہ سے یہ بھی گزرا کہ یہ نماز کے بارے میں ہے اور مسئلہ جنب میں احتیاط ممانعت میں ہے۔ اسے اسی طرح غنیہ میں نقل بھی کیا ہے۔

ثالثاً نماز میں قراءت بہ نیتِ ثنا ہو تو نماز نہ ہوگی، یہ مسئلہ انھوں نے منصوص کے برخلاف ذکر کیا کیوں کہ بحر میں امام خاصی کی توشیح سے منقول ہے کہ جب پہلی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کی قراءت بہ نیتِ دُعا کرے تو علماء نے نص فرمایا ہے کہ اس سے نماز ہوجائے گی اھ۔ اور تجنیس سے نقل ہے کہ جب نماز میں بہ نیتِ ثنا فاتحۃ الکتاب کی قراءت کرے تو نماز جائز ہے اس لئے کہ قراءت اپنے محل میں پائی گئی تو نیت سے اس کا حکم نہ بدلے گا اھ۔۔۔ اسی کے مثل درمختار میں بھی ہے۔۔۔ ہاں بحر میں قنیہ سے نقل کیا ہے کہ اس

ف۱: تطفل اٰخر عليها

ف۲: تطفل ثالث عليها

ف۳: مسئلہ نماز میں سورہ فاتحہ یا سورت پڑھی اور قراءت کی نیت نہ کی دعا وثنا کی نیت کی جب بھی نماز ہوجائے گی۔

---

[۱] و [۲] البحرالرائق کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۰

33 انها ذکرت فیه خلافا ورقمت لشرح شمس الائمة انها لاتنوب عن القراءة[1] اھ وانت تعلمان القنیة لاتعارض المعتمدات والزاهدی غیر موثوق به فی نقله ایضا کما نصوا علیه والله تعالٰی اعلم۔

نے اس بارے میں اختلاف ذکر کیا ہے اور شرح شمس الائمہ کا نشان (رمز) دے کر لکھا ہے کہ وُہ قراءت کی جگہ کافی نہ ہوسکے گی اھ — اور معلوم ہے کہ قنیہ کتب معتمدہ کے مقابلہ میں نہیں آسکتی اور زاہدی نقل میں بھی ثقہ نہیں جیسا کہ علمائے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور خدائے برتر ہی کو خوب علم ہے۔

تنبیہ ا: عیون امام فقیہ ابواللیث کی عبارت کہ صدر کلام میں گزری جس میں فرمایا تھا کہ فاتحہ وغیرہا آیات دُعا بہ نیت دُعا پڑھنے میں حرج نہیں، نہر الفائق میں اس سے یہ استنباط فرمایا کہ یہ حکم صرف اُنھیں آیات سے خاص ہے جن میں معنی دعا وثنا ہوں ورنہ مثلاً سورۂ لہب وغیرہا اگر بہ نیتِ غیر قرآن پڑھے تو ظاہراً روا نہ ہونا چاہئے۔

حیث قال ظاهر التقیید بالاٰیات التی فیها معنی الدعاء یفهم ان مالیس کذلك کسورة ابی لهب لایؤثر فیها قصد غیر القراٰنیة لکنی لم ار التصریح به فی کلامهم[2]۔

ان کے الفاظ یہ ہیں: آیات میں معنی دُعا ہونے کی قید سے بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے کہ جو آیات ایسی نہ ہوں — جیسے سورۂ ابی لہب — اس میں غیر قرآن کی نیت اثر انداز نہ ہوگی مگر اس کی تصریح کلام علماء میں میری نظر سے نہ گزری۔ (ت)

علامہ شامی نے منحۃ الخالق ورد المحتار میں اس کی تائید فرمائی کہ،

قد صرحوا بان مفاهیم الکتب حجة[3] اھ ولفظ المنحة المفهوم معتبر مالم یصرح بخلافه[4] اھ۔

علمائے تصریح فرمائی ہے کہ کتابوں میں مفہوم معتبر ہوتا ہے اھ۔ منحۃ الخالق کے الفاظ یہ ہیں: مفہوم کا اعتبار ہوتا ہے جب تک اس کے خلاف کی تصریح نہ ہو۔ (ت)

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۰

[2] النہر الفائق شرح کنز الدقائق کتاب الطہارۃ باب الحیض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۳

[3] رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۶

[4] منحۃ الخالق علی البحر الرائق " باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹

33
33

اقول اولاً خلاصہ وبزازیہ وبحر میں ہے :

هذا اللفظ الوجیز اما اذا قصد الثناء او افتتاح امر فلا فی الصحیح[1]۔

اور یہ وجیز کے الفاظ ہیں، لیکن جب ثناء یا کوئی کام شروع کرنے کی نیت سے پڑھے تو صحیح قول پر ممانعت نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے :

فلو قصد الدعاء والثناء او افتتاح امر حل[2]۔

اگر دُعا یا ثناء یا کسی کام کے شروع کرنے کی نیت ہو تو جائز ہے۔ (ت)

یہاں تو کہہ سکتے ہیں کہ بعد تنقیح افتتاح کا حاصل دعاء وثناء سے جدا نہ ہوگا، مگر خلاصہ وحلیہ وبحر میں ہے :

وحرمة قراءة القرأن (ای من احکام الحیض) الا اذا کانت اٰیة قصیرة تجری علی اللسان عند الکلام کقوله ثم نظر او لم یولد[3] اھ۔

(احکام حیض میں سے) قراءت قرآن کی حرمت بھی ہے مگر جب ایسی چھوٹی آیت ہو جو بول چال میں زبان پر آتی رہتی ہے جیسے ارشاد باری تعالٰی، ثم نظر ـــ یا ـــ ولم یولد۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

یعنی جبکہ قراءتِ قرآن کی نیت نہ ہو اور اپنے کلام میں پُوری آیت سے موافقت ہو جائے مثلاً زید کی حکایت حال میں کہا ثم نظر زید (پھر زید نے نظر کی۔ ت) یا کسی نے ہندہ کے حمل کو پوچھا کہ پیدا ہوا، کہا ماوضع ولم یولد بعد (نہیں پیدا کیا، اور لم یولد بعد میں کہا۔ ت) تو اس میں حرج نہیں اگرچہ ثم نظر بالاتفاق اور ولم یولد علی الخلاف پوری آیتیں ہیں اس لئے کہ بنیتِ قرآن نہ کہی گئیں، یہاں سے صراحۃً ظاہر کہ جواز کے لئے عدمِ نیتِ قرآن کافی ہے خاص نیتِ دُعا یا ثنا ضرور نہیں کہ ان صورتوں میں دعا وثنا کہاں۔ یونہی اگر نقلِ حدیث میں کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ف : تطفل علی النھر و ش

[1] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الهندیۃ کتاب الصلوٰۃ الفصل الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱
[2] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۳۳/۱
[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الحیض الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲۳۰/۱

فرماتے ہیں اس کے جواز میں بھی شبہ نہیں اگرچہ محمد رسول اللہ ضرور قرآن عظیم ہے اور یہاں نام اقدس مقصود نہ کہ دعا و ثنا، لاجرم بحر سے گزرا:

ھذا کلہ اذا قرأ علی قصد انہ قراٰن[1]	یہ سب اس وقت ہے جب بہ نیتِ قرآن پڑھا ہو۔ (ت)

اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ تنویر میں ہے:

یحرم قراءۃ قراٰن بقصدہ[2]	قرآن کا کوئی حصہ بہ نیتِ قرآن پڑھنا (اس کیلئے) حرام ہے۔ (ت)

ثانیاً ف عیون کا اتنا مفاد مسلّم کہ آیاتِ دُعا میں نیتِ دُعا درکار ہے نہ یہ کہ نیتِ دعا ہی پر مدار ہے

وذلك انہ تصویر لنیۃ غیر القراٰن وھی فی اٰیات الدعاء بنیۃ الدعاء فیفید ان الجواز بنیۃ الدعاء مقصور علی اٰیات الدعاء لاقصر الجواز مطلقا علی نیۃ الدعاء کأن تقول لو قرأ التسمیۃ بنیۃ الافتتاح ولم یرد القراءۃ فلا باس بہ لا یدل علی قصر الحکم فی جمیع القراٰن علی نیۃ الافتتاح۔	وہ اس لئے کہ عبارتِ عیون میں نیت غیر قرآن کی صورت پیش کی گئی ہے وہ یہ کہ آیاتِ دعا بہ نیتِ دعا پڑھی جائیں اس کا مفاد یہ ہے کہ آیاتِ دُعا پڑھنے کا جواز صرف اس صورت میں ہوگا جب وہ بہ نیتِ دُعا پڑھی جائیں، نہ یہ کہ مطلقاً ہر آیت پڑھنے کا جواز صرف نیتِ دعا ہی کی صورت میں محدود ہے۔ مثلاً کہا جائے کہ اگر کام شروع کرنے کے ارادہ سے بسم اللہ پڑھی اور تلاوت کی نیت نہ کی تو اس میں کوئی حرج نہیں، تو اس کا یہ معنٰی نہ ہوگا کہ پورے قرآن میں حکمِ جواز بس اسی ایک صورت میں محدود ہے کہ اسے کوئی کام شروع کرنے کے ارادہ سے پڑھا جائے۔ (ت)

ف: تطفل اٰخر علیھما۔

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹
[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۳

www.alahazratnetwork.org

لکنی **اقول** وباللہ التوفیق (لیکن خدا کی توفیق سے میں کہتا ہوں۔ ت) تحقیق مقام[1]
یہ ہے کہ یہاں دو صورتیں ہیں: عدمِ نیت و اعدامِ نیت۔ عدمِ نیت یہ کہ بعض الفاظ اتفاقاً موافق نظمِ قرآن زبان سے اپنے کلام سے ادا ہوجائیں جیسے صورِ مذکورہ میں ثم نظر اور ولم یولد کہ ان کے تکلم کے وقت متکلم کا خیال بھی نہیں جاتا کہ یہ الفاظ آیاتِ قرآنیہ ہیں یہاں قرآن عظیم کی طرف قصد سرے سے پایا ہی نہ گیا۔ اور اعدامِ نیت یہ کہ آیاتِ قرآنیہ کی طرف التفات کرے اور بالقصد انہیں نیتِ قرآن سے پھیر کر غیر قرآن کا ارادہ کرے۔ آیۃ الکرسی یا سورۂ فاتحہ یا سورۂ تبّت وغیرہا ہر کلام طویل میں یہی صورت متحقق ہوسکتی ہے، ناممکن ہے کہ بلا قصد زبان سے تین آیت کے برابر کلام نکل جائے جو بالکل نظمِ قرآنی کے موافق ہو کہ اس قدر سے تحدی فرمائی گئی ہے تو کوئی اُتنے پر کیونکر قادر ہوسکتا ہے۔ نہیں بلکہ یقیناً الفاظِ قرآنیہ ہی کا قصد کرے گا پھر ان کو بالارادہ نیتِ قرآن سے نیتِ غیر کی طرف پھیرے گا اور موجوداتِ حقیقیہ اعتبارِ معتبر کے تابع نہیں ہوتے نہ باوجود علم قصداً تبدیلِ نیت سے علم منتفی ہو اگر کوئی شخص شہد کو جان کر اس نیت سے کھائے کہ یہ شہد نہیں نمک ہے، تو نہ وہ واقعی نمک ہوجائے گا نہ اس کا علم کہ یہ واقع میں شہد ہے زوال پائے گا۔ یونہی جب اس نے نظمِ قرآنی کی طرف قصد کیا اور اُسے ادا کرنا چاہا تو باوصف علم حقیقت اس کا یہ خیال کرلینا کہ میں یہ قرآن نہیں پڑھتا کچھ اور پڑھتا ہوں، نہ قرآن عظیم کو اس کی حقیقت سے متغیر ہوسکتا ہے نہ یہ دیدہ و دانستہ اس تبدیلِ خیال سے کچھ نفع پاسکتا ہے تو کیونکر ممکن کہ تعظیمِ قرآن عظیم کے لئے جو حکم شرع مطہر نے اسے دیا یہ دانستہ نیت پھیر کر اُسے ساقط کردے۔

اقول وبہ[2] استبان ضعف ما اجاب بہ العلامۃ اسمٰعیل فی حواشی الدرر عن بحث الحلیۃ فی قراءۃ الفاتحۃ بنیۃ الدعاء اذ قال المحقق "ان ھذا قراٰن حقیقۃ وحکما ولفظا ومعنی کیف لا وھو معجز یقع بہ التحدی وتغییر المشروع فی مثلہ بالقصد

اقول اسی سے اس کی کمزوری واضح ہوگئی جو حواشی درر میں علامہ اسمٰعیل نے بہ نیتِ دعا قراءتِ فاتحہ کے بارے میں بحثِ حلیہ کے جواب میں لکھا ہے — محقق حلبی نے لکھا تھا، یہ حقیقۃً، حکماً، لفظاً، معنیً ہر طرح قرآن ہے۔ کیوں نہ ہو جب کہ یہ وہ قدرِ معجز ہے جس سے تحدی واقع ہوئی ہے اور ایسے کلام میں جو امر شرعاً ثابت ہے

---

[1] ف ۱: مسئلہ قراءت جنب کی صورتوں میں مصنف کی تحقیق جلیل مفرد۔
[2] ف ۲: تطفل علی سیدی اسمٰعیل محشی الدرر والعلامۃ ش۔

المجرد مردود علی فاعلہ فان الخصوصیۃ القرانیۃ فیہ لازمۃ قطعاً ولیس فی قدرۃ المتکلم اسقاطھا عنہ مع ماھو علیہ من النظم الخاص[1] اھ۔

اسے اگر کوئی محض نیت سے بدلنا چاہے تو وہ نیت خود رُد ہو جائے گی اس لئے کہ اسے قرآنی خصوصیت قطعاً لازم ہے۔ اور اس نظم خاص پر اس کے برقرار ہوتے ہوئے اس خصوصیتِ قرآنیہ کو کوئی متکلم اس سے ساقط نہیں کرسکتا اھ۔

فاجاب العلامۃ النابلسی وتبعہ فی المنحۃ بانہ اذا لم یرد بہا القرآن فات ما فیہ من المزایا التی یعجز عن الاتیان بہا جمیع المخلوقات اذ المعتبر فیہا القصد اما تفصیلا وھو من البلیغ او اجمالا وذلک بحکایۃ کلامہ وکلاھما منتف حینئذ کما لایخفی[2] اھ۔

علامہ نابلسی نے اس کے جواب میں لکھا۔ اور منحۃ الخالق میں علامہ شامی نے بھی ان کا اتباع کیا۔ کہ: جب وہ اس کے پڑھنے میں قرآن کا قصد نہیں کرے گا تو اس کی وہ خصوصیات نہ رہ جائیں گی جنھیں بروئے کار لانے سے تمام مخلوقات عاجز ہیں اس لئے کہ ان خصوصیات میں قصد کا اعتبار ہے یا تو تفصیلاً ہو جو بلیغ کا کام ہے یا اجمالاً ہو اس طرح کہ اس کا کلام بھی ویسا ہو جائے جیسا وہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہاں دونوں باتیں نہیں ہیں اھ۔

www.alahazratnetwork.org

ولعمری ان فی حکایتہ غنی عن نکایتہ ولیس شعری کیف تفوت المزایا الثابتۃ اللازمۃ الواقعیۃ بمجرد صرف القاری النیۃ عن نسبتہ الی متکلمہ مع بقاء الکلام علی نظمہ وقد کان نبہ علیہ المحقق

بخدا اس جواب کو ذکر کر دینا ہی اس کا منصف ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے۔ حیرت ہے کہ جب تک وُہ کلام اپنے نظم پر برقرار ہے اس کی لازمی، واقعی، ثابت شدہ خصوصیات محض اتنے سے کیوں کر ختم ہو جائیں گی کہ قاری نے اس کلام کے متکلم کی جانب انتساب سے اپنی نیت پھیر لی؟ اس پر تو محقق حلبی نے اپنی بحث ہی

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹

[2] منحۃ الخالق علی البحرالرائق " " " " " " "

فی بحثہ فلم یلتفت الیہ العلامۃ واعاد الکلام من دون جواب ولا المام۔

میں تنبیہ کردی تھی مگر علامہ نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور وہی بات دُہرادی نہ اس کا جواب دیا نہ جواب کے قریب گئے۔

واقول فی الحل[ف۱] وجود المزایا بثبوتھا الواقعی وظھورھا بالعلم تفصیلا او اجمالا کما وصفتم وبھما یتم امر التحدی وکلاھما حاصل حینئذ اذ ما قصد الاخذ الا مما ھو قراٰن وما احدث الا صرف النیۃ ولا صرف الا بعد العلم ولا علم ینتفی بالصرف۔

واقول حل مسئلہ سے متعلق میں عرض گزار ہوں۔ خصوصیات کا وجود تو ان کے ثبوت واقعی سے ہوتا ہے اور ان کا ظہور ان کے تفصیلی یا اجمالی علم سے ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا۔ اور کار تحدی ان دونوں ہی سے مکمل ہوتا ہے۔ اور دونوں اس صورت میں حاصل ہیں اس لئے کہ اس نے اسی سے اخذ کا قصد کیا جو قرآن ہے۔ اور اپنی جانب سے کچھ نہ کیا سوا اس کے کہ نیت پھیر دی۔ اور پھیرنا علم کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اور پھیرنے سے علم ختم نہیں ہوجاتا۔

وایضا[ف۲] لوفات المزایا المعجزۃ للخلق بصرف القصد لوجب فوت عجزھم وھو باطل بداھۃ۔

یہ بھی ہے کہ قصد پھیرنے کی وجہ سے اگر مخلوق کو عاجز کردینے والی خصوصیات ختم ہوجاتیں تو ضروری تھا کہ اس سے ان کی عاجزی بھی ختم ہوجاتی، اور یہ بداہۃً باطل ہے۔

وکذا ما اجاب النھر وتبعہ فی ردالمحتار بان کونہ قراٰنا فی الاصل لایمنع من اخراجہ عن القراٰنیۃ بالقصد[۱] اھ وقد کان

اسی طرح اس جواب کا بھی ضعف واضح ہوگیا جو صاحبِ نہر نے پیش کیا۔ اور علامہ شامی نے ردالمحتار میں ان کا اتباع کیا۔ کہ اصل میں اس کا قرآن ہونا اس سے مانع نہیں کہ قصد کے باعث وہ قرآنیت سے خارج ہوجائے اھ۔

ف۱: تطفل اٰخر علیھما۔

ف۲: تطفل ثالث علیھما۔

[۱] النہر الفائق کتاب الطہارۃ باب الحیض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۲
ردالمحتار 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۶

www.alahazratnetwork.org

اتی المحقق علی ھذا ایضا کما سمعت اما نحن فقد(ف۱) اوضحنا باحسن وجہ ان لا اثر للقصد فی تغییر الحقائق۔

محقق نے اپنے کلام میں اس کا بھی اشارہ دے دیا تھا جیسا کہ پیش ہوا۔ اور ہم نے تو بہت اچھی طرح واضح کر دیا کہ قصد میں یہ تاثیر قطعاً نہیں ہوتی کہ وہ حقائق واقعیہ کو تبدیل کر دے۔

وکذا ما تقدم من تمسك الغنیۃ ان ما علی وجہ الدعاء لیس بقراٰن لان الاعمال بالنیات[1] الخ

اسی طرح اس کی کمزوری بھی عیاں ہوگئی جس نے غنیہ سے استناد کیا کہ "جو بطورِ دعا ہو وہ قرآن نہیں اس لئے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے الخ" جیسا کہ گزرا۔

اقول نعم لایثاب(ف۲) ثواب التلاوۃ من نواہ دعاء لکن القراٰن کیف ینسلخ عن القراٰنیۃ مع بقاء النظم المتحدی بہ واذا القصد الی الاخذ منہ فبمجرد صرف النیۃ کیف یزیل التعظیم الواجب علیہ فان صرفہا عن شیئ مع العلم بہ ان کان لہ اثر ففی حرمان الصارف عما ھو لہ دون اسقاط ما ھو علیہ وبالجملۃ لیس فی شیئ من ھذہ ما یغنی من جوع۔

اقول ہاں جس نے دعا کا قصد کیا اسے تلاوت کا ثواب نہیں ملے گا لیکن جس نظم کے ذریعہ تحدّی ہوئی ہے اس کے برقرار رہتے ہوئے قرآن سے قرآنیت کیونکر نکل جائے جب کہ قرآن ہی سے اخذ کا قصد بھی موجود ہے، تو محض نیت کے پھیر دینے سے وہ اس تعظیم کو کیسے ختم کردے گا جو اس کے ذمہ واجب تھی۔ اس لئے کہ کسی چیز کو جانتے ہوئے اس سے نیت پھیر لینے کا اگر کوئی اثر ہو سکتا ہے تو یہی کہ اس میں اس کا جو فائدہ تھا اس سے وہ محروم ہوجائے نہ یہ کہ اس پر جو لازم تھا وہ بھی اس سے ساقط ہوجائے۔ الحاصل ان میں سے کسی میں کوئی کارآمد بات نہیں۔

ثم اقول عساك(ف۳) ایقنت مما

ثم اقول امید ہے کہ ناظر کو ہمارے

ف۱: تطفل علی النہر ورابع علی ش

ف۲: تطفل علی الغنیۃ

ف۳: تطفل علی الحلیۃ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قراءۃ القرآن للجنب سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷

www.alahazratnetwork.org

القيت عليك ان المناط هو ان يعمد الى القراٰن فيأخذ من نظمه ويقرأه على نية غيره سواء كان قدر ما وقع به التحدی اولا فان القليل والكثير من الكلام العزيز سواء فی وجوب الادب والتعظيم اما سمعت الى قول حبر الامة سيدنا عبد الله بن عباس رضی الله تعالٰی عنهما ليس شیئ من القراٰن بقليل فتخصيص المحقق الكلام ف بما تحدی به ليس فی محله ولا يتوقف عليه كونه قراٰنا حقيقة وحكما ولفظا ومعنی كما يوهمه كلامه نعم لزوم الخصوصية القراٰنية يختص بذلك لاستحالة جريانه علی اللسان اتفاقا دون مادونه كما علم من موافقات الفرقان والفاروق رضی الله تعالٰی عنه وقوله عند سماع اٰية اطوار الخلق فتبارك الله احسن الخٰلقين فنزل كذلك لكن اسمعناك ان لاحاجة اليه بعد تعمد الاخذ من القراٰن العظيم فهو

بیان سابق سے اس بات کا بھی یقین حاصل ہوچکا ہوگا کہ مدار اس پر ہے کہ قرآن کی طرف توجہ کرکے اس کے نظم سے کچھ اخذ کرے اور اسے غیر قرآن کی نیت سے پڑھے، خواہ وہ اس مقدار میں ہو جس سے تحدی ہوئی ہے یا نہ ہو اس لئے کہ وجوب ادب وتعظیم کے معاملہ میں کلام عزیز کے قلیل وکثیر کا حکم ایک ہے۔ آپ سن چکے کہ حبرِ اُمت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: قرآن میں سے کچھ بھی قلیل نہیں ـــ تو محقق حلبی نے اپنی گفتگو جو مقدار تحدی سے خاص فرمائی وہ بے محل ہے ـــ اور اس کا حقیقۃً، حکماً، لفظاً، معنًی قرآن ہونا اس پر موقوف بھی نہیں جیسا کہ ان کے کلام سے وہم ہوتا ہے۔ ہاں خصوصیت قرآنیہ مقدار تحدی ہی کو لازم ہے اس لئے کہ اسی مقدار کا زبان پر اتفاقاً جاری ہوجانا محال ہے اس سے کم کا نہیں ـــ جیسا کہ فرقان اور جناب فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے موافقات سے معلوم ہے اور اس سے بھی کہ جب تخلیق کے مراحل کے ذکر پر مشتمل آیت مبارکہ سُنی تو کہہ دیا "فتبارک اللہ احسن الخالقین" پھر ایسا ہی نازل بھی ہوا۔ لیکن ہم بتا چکے کہ جب خود اس کے دل میں قرآن عظیم سے اخذ کا قصد موجود ہے تو تحدی والی گفتگو

www.alahazratnetwork.org

ف : تطفل اٰخر عليها

١ـه القراٰن الكريم ٢٣/١٤

بما فی نفسہ علیم فافہم وتثبت۔ | کی یہاں کوئی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اسے اپنے دل کی بات کا خود ہی علم حاصل ہے، تو اسے سمجھو اور ثابت قدم رہو۔ (ت)

تو واجب تھا کہ سورۂ فاتحہ وآیۃ الکرسی بالائے سر فقط الحمد للہ یا سبحٰن اللہ یا لا الٰہ الا اللہ بھی جنب کو جائز نہ ہو جبکہ ان میں اخذ عن القرآن کا قصد کرے اگرچہ نیت قرآن سے پھیر کر غیر قرآن کی کرلے مگر شرع مطہر نے لحاظ فرمایا کہ مسلمان ہر وقت ہر حال میں اپنے رب جل وعلا کے ذکر وثنا اور اس سے سوال ودعا کا محتاج ہے اور ثنائے الٰہی وہی اتم واکمل ہے جو خود اس نے اپنے نفس کریم پر کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرض کرتے ہیں:

لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علٰی نفسك[1] | الٰہی! میں تیری تعریف نہیں کرسکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تُو نے خود اپنی ثنا کی۔

یونہی جو دعائیں قرآن عظیم نے تعلیم فرمائیں بندہ اُن کی مثال کہاں سے لاسکتا ہے رحمت شریعت نے نہ چاہا کہ بندہ ان خزائن بےمثال سے روکا جائے علی الخصوص حیض ونفاس والیاں جن کی تہائی عمر انھیں عوارض میں گزرتی ہے، لہذا یہاں بر تبدیلِ نیت اجازت عطا فرمائی جسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بہ نیت افتتاح کہنے کے جواز پر علماء نے ظاہر کردیا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ نماز میں[ف] کسی کلام سے اگرچہ آیت یا ذکر الٰہی ہو ایسے معنی کا افادہ جو اعمال نماز سے باہر ہے مفسد نماز ہے مثلاً کسی خوشی کی خبر کے جواب میں کہا الحمد للہ رب العٰلمین یا خبر غم کے جواب میں انا للہ وانا الیہ راجعون، یا کسی نے پوچھا فلاں شخص کیسا ہے، اس کی خوبی بتانے کو کہا سبحٰن اللہ، نماز جاتی رہے گی۔ مگر کسی شخص نے آواز دی اور اس نے یہ جتانے کو کہ میں نماز پڑھتا ہوں لا الٰہ الا اللہ یا سبحٰن اللہ یا اس کے مثل

ف: مسئلہ نماز میں اگر کسی آیت یا ذکر الٰہی سے کسی شخص کو خطاب یا بات کا جواب چاہے گا مثلاً بقصدِ جواب خوشی کی خبر پر الحمد للہ رنج کی خبر پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا نماز جاتی رہے گی ہاں اگر کسی نے پکارا اُسے یہ جتانے کے لئے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں سبحٰن اللہ یا لا الٰہ الا اللہ وغیرہ کہا نماز نہ جائے گی۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب القنوت فی الوتر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۰۲

www.alahazratnetwork.org

ذکر کیا قرآن عظیم سے کچھ کہا نماز نہ جائے گی کہ شرع مطہر نے اس حاجت کے دفع کو اتنے کی اجازت فرمادی ہے، درمختار میں ہے:

یفسدھا جواب خبر سوء بالاسترجاع[1]۔

خبرِ بد کے جواب میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

اراد اعلامہ بانہ فی الصلوٰۃ لاتفسد اتفاقا ابن ملک وملتقی[2]۔

اگر یہ بتانے کا ارادہ ہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں تو اس سے نماز بالاتفاق فاسد نہ ہوگی، ابن ملک وملتقی۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

لواجاب رجلا فی الصلوٰۃ بلاالٰہ الااللہ فھذا کلام مفسد وان اراد اعلامہ انہ فی الصلوٰۃ لم تفسد بالاجماع لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا نابت احدکم نائبۃ فی الصلوٰۃ فلیسبح[3] اھ۔

اگر اندرونِ نماز لا الٰہ الا اللہ کہہ کر کسی کو جواب دیا تو یہ کلام مفسدِ نماز ہے اور اگر اپنے اندرونِ نماز ہونے سے اس کو آگاہ کرنا مقصود ہے تو بالاجماع نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کسی کو نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو سبحان اللہ کہے اھ۔ (ت)

اقول فبھذا ظھر الجواب عن بحث الحلیۃ وللہ الحمد ومحصلہ ان ذٰلک مستثنی بالاذن الشرعی کما استثنی بہ قصد الاعلام بانہ فی الصلوٰۃ مع تحقق المعنی

اقول تو اسی سے بحثِ حلیہ کا جواب ظاہر ہوگیا ــــ وللہ الحمد ــــ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ باذنِ شریعت مستثنٰی ہے جیسے باذن شرعی اپنے مشغولِ نماز ہونے کو بتانے کا قصد مستثنٰی ہے باوجودیکہ معنیٰ مفسد قطعاً متحقق ہے، وہ ہے

---

[1] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۹
[2] " " " " " " "
[3] الہدایۃ " " " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۱۶

www.alahazratnetwork.org

المفسد قطعا وهوافادة معنی لیس من اعمال الصلوٰۃ فافہم وتثبت۔

ایسے معنی کا افادہ جو اعمال نماز سے نہیں ۔ تو اسے سمجھو اور ثابت قدم رہو۔ (ت)

اورجب حاجت المکلیت ذکر و دُعا کا لحاظ فرمایا تو حاجت تعلیم قرآن تو اُس سے اہم ہے خصوصًا حائض کےلئے کہ اس کا زمانہ ممتد ہے،

حتی ان مالکا اباح لہا التلاوۃ لہذا وبہ فرق بینہا وبین الجنب۔

یہاں تک کہ اسی وجہ سے امام مالک نے اس کے لئے تلاوت جائز کہی ، اور اسی سے اس میں اور جنب میں فرق کیا۔ (ت)

مگر یہ حاجت ایک ایک کلمہ سکھانے سے پُوری ہوجاتی ہے اور شک نہیں کہ وہ بہ نسبت مرکبات صورت نظم قرآنی سے دُور تر ہے لہذا اسی قدر کی اجازت ہوئی،

وقد اشار الامام الفقیہ ابو اللیث فی شرح الجامع الصغیر الی ان اباحۃ التعلیم لاجل العذر کما فی الحلیۃ و عبر فی محیط السرخسی بالعذر والضرورۃ کما فیہا ایضا۔

امام فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ تعلیم کا جواز عذر کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ حلیہ میں نقل کیا۔ اور محیط سرخسی کی تعبیر یہ ہے کہ "عذر وضرورت کی وجہ سے ہے"۔ اسے بھی حلیہ میں نقل کیا۔

اقول وبما قررت وذکرت من حدیث اعلام الصلوٰۃ مع عدم الضرورۃ بالمعنی الحقیقی ومن اعتبار الشرع حاجۃ الجنب فی الدعاء مع تمکنہ من الاغتسال بل ومن الدعاء بالفاظ اُخر بخلاف التعلیم ینفتح الجواب عن ایرادی الحلیۃ علی مسئلۃ التعلم بقولہ لایخفی

اقول میری تقریر سابق سے اور اس بیان سے کہ اپنے مشغول نماز ہونے کو مذکورہ کلمات سے بتا سکتا ہے جب کہ یہاں ضرورت بمعنی حقیقی موجود نہیں۔ اور یہ کہ شریعت نے دُعا کے معاملہ میں جنب کی حاجت کا لحاظ کیا ہے حالانکہ وہ غسل کرسکتا ہے بلکہ دوسرے الفاظ سے دُعا بھی کرسکتا ہے۔ بخلاف تعلیم کے۔ (اس تقریر و بیان سے) صاحب حلیہ کے دو اعتراضوں کا جواب منکشف ہوجاتا ہے

ف: تطفل رابع وخامس علیہا۔

مافیہ بالنسبۃ الی الجنب ثم مافی کون ہذا الاحتیاج مبیحا لذلک اھ فافہم[1]، واللہ اعلم۔

جو انھوں نے مسئلہ تعلیم سے متعلق ان الفاظ میں پیش کئے ہیں کہ: اس مسئلہ میں جنب کی بہ نسبت جو خامی ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ پھر اس کے لئے تعلیماً کلمہ قرآن پڑھنے کے حکم میں اس ضرورت کے باعث اباحت ہونے میں جو کلام ہے وہ بھی مخفی نہیں اھ۔ تو اسے سمجھو اور جانو۔ واللہ علم۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ان کے ماورا مثل قصص وغیرہا میں نہ تو حاجت ہے نہ وہ دعا و ثنا کے معنی ہیں کہ اُن سے ملحق ہوسکیں تو بعد قصد قرآن پھر تبدیل نیت وہی شہد کو دانستہ نمک ٹھہرا کر کھانا ہوگا تو حکم ممانعت ہی چاہئے جب تک شرع سے اجازت ثابت نہ ہو اور وہ کہیں ثابت نہیں معہذا اگر مطلقاً تبدیل نیت کی اجازت ہو تو جو کلام طویل قرآن عظیم نے اپنے محبوبوں مقبولوں یا دشمنوں سے نقل فرمائے اور دُور تک اُن کا سلسلہ چلا گیا ہے جیسے سورۂ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں قال چھوڑ کر رب انی دعوت قومی لیلا ونہارا ○ سے لتسلکوا منہا سبلا فجاجا[2] ○ تک سولہ[16] آیتیں متواتر، اور سورۂ جن میں انا سمعنا قراٰنا عجبا ○ سے اما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا[3] ○ تک پندرہ[15] آیتیں، اور سورۂ لقمان میں یٰبُنیَّ انہا ان تک سے ان انکر الاصوات لصوت الحمیر[4] ○ تک چار طویل آیتیں کہ ہر ایک تین آیت کی مقدار سے زائد ہے، اور سورۂ اسرا میں وقالوا چھوڑ کر لن نؤمن سے کتبا نقرؤہ[5] تک اس نیت سے کہ یہ نوح ولقمان وجن وکفار کے کلام ہیں پڑھ سکے بلکہ تمام سورۂ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام شروع سورت کے اذ قال یوسف لابیہ سے گیارھویں رکوع کے اواخر والحقنی بالصّٰلحین[6] ○ تک جس کی مقدار نصف پارۂ قرآن عظیم سے بھی زائد ہے بحالِ جنابت بہ نیت حکایتِ قصہ پڑھ جائے اور جائز ہو بیچ بیچ میں سے چند جملے جو قرآنیت کے لئے متعین ہیں ترک کردے یعنی رکوع دوم میں واوحینا الیہ لتنبئنہم[7] نصف آیت، سوم میں وکذٰلک مکّنا سے نجزی المحسنین[8] ○ تک کچھ کم دو آیتیں، پھر کذٰلک لنصرف[9] نصف آیت ہفتم میں

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[2] القرآن الکریم ۷۱/ ۵ تا ۲۰ [3] القرآن الکریم ۷۲/ ۱ تا ۱۵ [4] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۶ تا ۱۹
[5] " ۱۷/ ۹۰ تا ۹۳ [6] " ۱۲/ ۴ تا ۱۰۱ [7] " ۱۲/ ۱۵
[8] " ۱۲/ ۲۱ و ۲۲ [9] " ۱۲/ ۲۴

www.alahazratnetwork.org

وکذٰلک مکنّا[1] ایک آیت، ہشتم میں وانہ لذو علم لما علمنٰہ[2] تہائی آیت، نہم میں کذٰلک کدنا لیوسف اور نرفع درجٰت من نشاء[3] چہارم آیت ولیس جس کی مقدار چورانوے[94] آیت طویل ہوئی یہ کس قدر مستبعد اور قرآن عظیم کے ادب سے جدا و ابعد ہے تو سوا ان صور استثنا کے مطلقاً[1] ممانعت چاہیے، اور حاصل حکم یہ ٹھہرا کہ بہ نیتِ قرآن ایک حرف بھی روا نہیں، اور جو الفاظ اپنے کلام میں زبان پر آجائیں اور بے قصد موافقت اتفاق کلمات قرآنیہ سے متفق ہوجائیں زیرِ حکم نہیں، اور قرآن عظیم کا خیال کرکے بے نیتِ قرآن ادا کرنا چاہے تو صرف دو صورتوں میں اجازت، ایک یہ کہ آیاتِ دعا و ثنا بہ نیتِ دعا و ثنا پڑھے، دوسرے یہ کہ بحاجتِ تعلیم ایک ایک کلمہ مثلاً اس نیت سے کہ یہ زبانِ عرب کے الفاظ مفردہ ہیں کہتا جائے اور ہر دو لفظ میں فصل کرے متواتر نہ کہے کہ عبارت منتظم ہوجائے کما نصوا علیہ (جیسا کہ علمائے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت)۔

ھذا ما ظھر لی وارجو انیکون صوابا وباللّٰہ التوفیق وللّٰہ الحمد ابدا۔ یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا اور امید رکھتا ہوں کہ درست ہو، اور خدا ہی سے توفیق ہے اور اللہ ہی کے لئے ہمیشہ حمد ہے (ت)

تنبیہ ۲: تمام کتب میں آیات ثنا کو مطلق چھوڑا[2] اور اس میں ایک قید ضروری ہے کہ ضروری یعنی بدیہی ہونے کے سبب علمائے ذکر نہ فرمائی وہ آیاتِ ثنا جن میں رب عزوجل نے بصیغۂ متکلم اپنی حمد فرمائی جیسے وانی لغفار لمن تاب[4] ان کو بہ نیتِ ثنا بھی پڑھنا حرام ہے کہ وہ قرآنیت کے لئے متعین ہیں بندہ انھیں میں انشائے ثنا کی نیت کرسکتا ہے جن میں ثنا بصیغۂ غیبت یا خطاب ہے۔

تنبیہ ۳: اقول یہاں ایک[3] اور نکتہ ہے بعض آیتیں یا سورتیں ایسی ہی دعا و ثنا ہیں کہ بندہ ان کی

---

[1] مسئلہ ان مسائل کا خلاصہ حکم جامع و منقح۔

[2]: مسئلہ جنب کو وہ آیات ثنا بہ نیت ثنا بھی پڑھنا حرام ہے جن میں رب عزوجل نے اپنے لئے متکلم کی ضمیریں ذکر فرمائیں۔

[3]: مسئلہ جن آیاتِ دعا و ثنا کے اول میں قُل ہے ان میں جنب یہ لفظ چھوڑ کر بہ نیتِ دعا پڑھے ورنہ جائز نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۶ [2] القرآن الکریم ۱۲/ ۶۸

[3] ؍؍ ۱۲/ ۷۶ [4] ؍؍ ۲۰/ ۸۲

انشا کرسکتا ہے بلکہ بندہ کو اسی لئے تعلیم فرمائی گئی ہیں مگر اُن کے آغاز میں لفظ قُل ہے جیسے تینوں قُل اور کریمہ قل اللھم مٰلك الملك[1] ان میں سے یہ لفظ چھوڑ کر پڑھے کہ اگر اس سے امرِ الٰہی مراد لیتا ہے تو وُہ عین قراءت ہے اور اگر یہ تاویل کرے کہ خود اپنے نفس کی طرف خطاب کرکے کہتا ہے قُل اس طرح کہہ، یوں ثنا و دعا کر، تو یہ امر بدعا و ثنا ہوا نہ کہ دعا و ثنا اور شرع سے اجازت اس کی ثابت ہوئی ہے نہ اُس کی۔

تنبیہ ۴ : اقول یوں ہی وہ ادعیہ و اذکار[ف۱] جن میں حروفِ مقطعات ہیں مثلاً صبح و[ف۲] شام کی دعاؤں میں آیۃ الکرسی کے ساتھ سورۂ غافر کا آغاز حٰمٓ ۝ تنزیل الکتٰب من اللہ العزیز العلیم ۝ غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول ط لا الٰہ الا اللہ ھو ط الیہ المصیر[2] ۝ تک پڑھنے کو حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جو صبح پڑھے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہے اور شام پڑھے تو صبح تک، رواہ الترمذی[3] والبزار وابن نصر ومردویہ والبیھقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ بحالتِ جنابت اسے نہیں پڑھ سکتا کہ حروفِ مقطعات کے معنے اللہ و رسول ہی جانتے ہیں جل و علا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ کیا معلوم کہ وہ ایسا کلام ہو جس کے ساتھ غیر خدا بے حکایتِ کلامِ الٰہی تکلم نہ کرسکتا ہو، مقصد اجازت صرف دعا و ثنا کی ہے کیا معلوم کہ ان کے معنے میں کچھ اور بھی ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ ۵ : اقول ہماری اُس تقریر سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ جن آیات[ف۳] میں بندہ دعا و ثنا کی نیت نہیں کرسکتا بحالِ جنابت وحیض انھیں بطورِ عمل بھی نہیں پڑھ سکتا مثلاً تفریقِ اعدا کے لئے سورۂ تبّت نہ کہ سورۂ کوثر کہ بوجہ ضمائر متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لئے متعین ہے۔

ف۱ : مسئلہ اُسے حروفِ مقطعات والی دُعا کی بھی اجازت نہیں۔

ف۲ : بلاؤں سے محفوظی کی دعا۔

ف۳ : مسئلہ جن آیات میں خالص دعا و ثنا نہیں انھیں جنب یا حائض بہ نیت عمل بھی نہیں پڑھ سکتے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳ /۲۶

[2] القرآن الکریم ۴۰ /۱ تا ۳

[3] الدر المنثور بحوالہ الترمذی والبزار ومحمد بن نصر الخ تحت الآیۃ ۴۰/ ۱ تا ۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۲۳

عمل میں تین نیتیں ہوتی ہیں: یا تو دُعا جیسے حزب البحر، حرز یمانی یا اللہ عزوجل کے نام وکلام سے کسی مطلب خاص میں استعانت جیسے عمل سورۂ یٰسٓ و سورۂ مزمل صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یا اَعداد معینہ خواہ ایام مقدرہ تک اس غرض سے اس کی تکرار کہ عمل میں آجائے حاکم ہوجائے اس کے موکلات تابع ہوجائیں، اس تیسری نیت والے تو بحال جنابت کیا معنے بے وضو پڑھنا بھی روا نہیں رکھتے، اور اگر بالفرض کوئی جرأت کرے بھی تو اس نیت سے وہ آیت وسورت بھی جائز نہیں ہوسکتی جس میں صرف معنی دعا و ثنا ہی ہے کہ اوّلاً یہ نیت نیت دُعا و ثنا نہیں، ثانیاً اس میں خود آیت وسورت ہی کی تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اُس کے خدام مطیع ہوں تو نیتِ قرآنیت اُس میں لازم ہے۔ رہیں پہلی دو نیتیں جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہیں تو نیتِ اولیٰ ناممکن اور نیتِ ثانیہ عین نیتِ قرآن ہے اور بقصدِ قرآن اُسے ایک حرف بھی روا نہیں۔

تنبیہ ۶: یہی حکم دم کرنے کے لئے پڑھنے کا ہے کہ طلبِ شفا کی نیت تغیر قرآن نہیں کرسکتی آخر قرآن ہی سے تو شفا چاہ رہا ہے کون کہے گا کہ افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا تا آخر سورت مصروع و مجنون کے کان میں جنب پڑھ سکتا ہے، ہاں جس آیت یا سورت میں خالص معنی دعا و ثنا بصیغۂ غیبت و خطاب

www.alahazratnetwork.org

ع۵ حدیث میں ہے کوئی آسیب زدہ یا مجنون تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کے کان میں یہی آیتیں پڑھیں وہ فوراً اچھا ہوگیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اُن سے دریافت فرمایا: تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا؟ انھوں نے عرض کیا، فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سچے یقین والا اگر ان آیتوں کو پہاڑ پر پڑھے تو اُسے جگہ سے ہٹا دے گا۔ اخرجه الامام الحکیم الترمذی و ابویعلی و ابن ابی حاتم و ابن السنی و ابونعیم فی الحلیة و ابن مردویه عنه رضی الله تعالیٰ عنه ۱۲ منه۔

ف۱: مسئلہ صرف عمل میں لانے کی نیت سے جنب وحائض خالص آیات دعا و ثنا بھی نہیں پڑھ سکتے۔

ف۲: مسئلہ دم کرنے کے لئے بھی جنب وہی خالص آیاتِ دُعا وثنا بے نیتِ قرآن خاص بہ نیتِ دُعا و ثنا ہی پڑھ سکتا ہے۔

ف۳: آسیب زدہ ومصروع ومجنون کا علاج۔

۱؎ القرآن الکریم ۲۳/ ۱۱۵

۲؎ الدر المنثور بحوالہ الحکیم و ابی یعلی و ابن ابی حاتم وغیرہم تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۱۱۴

ہوں اور اس کے اول میں قُل بھی نہ ہو، نہ اُس میں حروفِ مقطعات ہوں، اور اُس سے قرآنِ عظیم کی نیت بھی نہ کرے بلکہ دُعاو ثنا کی برکت سے طلبِ شفا کرنے کے لئے اس پر دم کرے تو روا ہے۔

تنبیہ ۷: [ف] علمت مما القیت علیك ان التغیر بنیۃ الدعاء والثناء دون نیۃ الاستشفاء ووقع فی ش نقلا عن سیدی عبدالغنی قدس سرہ مایوھم خلافہ اذ قال الھیکل والحمائل المشتمل علی الأیات القرأنیۃ اذا کان غلافہ منفصلا عنہ کالمشمع ونحوہ جاز دخول الخلاء بہ ومسہ وحملہ للجنب ویستفاد منہ ان ما کتب من الأیات بنیۃ الدعاء والثناء لایخرج عن کونہ قرأنا بخلاف قراءتہ بھذہ النیۃ فالنیۃ تعمل فی تغییر المنطوق لا المکتوب[1] اھ ومبناہ کما تری علی فھم ان نیۃ الاستشفاء مغیرۃ کنیۃ الدعاء ولم تعمل فی المکتوب، فکذلك نیۃ الدعاء او نقول الاستشفاء من باب الدعاء فنیتہ نیتہ

ہمارے بیان سابق سے واضح ہوا کہ تغیر دعا و ثنا کی نیت سے ہوتا ہے شفا طلبی کی نیت سے نہیں ہوتا۔ اور شامی میں سیدی عبدالغنی قدس سرہٗ سے نقل کرتے ہوئے وہ لکھا ہے جس سے اس کے خلاف وہم پیدا ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں: جو تعویذ قرآنی آیات پر مشتمل ہو اگر اس کا خول اس سے الگ ہو — جیسے وہ جو موم جامہ وغیرہ کے اندر ہوتا ہے — تو اسے لے کر بیت الخلا میں جانا اور جنب کے لئے اُسے چھُونا اور لینا جائز ہے۔ اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو آیات بہ نیت دُعا و ثنا لکھی گئی ہوں وہ قرآنیت سے خارج نہ ہوں گی بخلاف اُن کے جو اس نیت سے پڑھی جائیں تو نیت منطوق کی تبدیلی میں اثر انداز ہوتی ہے مکتوب کی تبدیلی میں نہیں اھ — جیسا کہ پیشِ نظر ہے اس کی بنیاد یہ سمجھنے پر ہے کہ نیتِ دعا کی طرح شفا طلبی کی نیت سے بھی تبدیلی ہوتی ہے اور یہ نیت مکتوب میں اثر انداز نہیں ہوتی تو یہی حکم نیتِ دعا کا بھی ہے یا یوں کہیں کہ شفا طلبی بھی دعا ہی کے باب سے ہے تو شفا طلبی کی نیت

www.alahazratnetwork.org

ف: **مسئلہ** فقط شفا لینے کی نیت قرآن مجید کو قرآنیت سے خارج نہیں کر سکتی۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ قبیل باب المیاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۱۹

34 واقول لیس[ف۱] الامر کذا فمعنی القراءة بنیة الدعاء ان یکون الکلام نفسه دعاء فلیرید به انشاءه لا تلاوة الکلام العزیز، والاستشفاء دعاء معنوی لا یجعل اللفظ بمعنی الدعاء فلیس هو من بابه ولا تغییر ایضا فان الذی یقرأ اویکتب مستشفیا متبرکا فانما یرید التبرك والاستشفاء بالکلام العزیز لا انه یخرجه عن القرأنیة ثم یستشفی بغیر القرأن، ولو کانت[ف۲] تغیر لجاز ان یقرأ الجنب القرأن کله بنیة الشفاء فان القرأن من اوله الی اٰخره نور وهدی وشفاء وهذا لا یسوغ ان یقول به احد وبالجملة فالمنوی فی الرقیة هو القرأن نفسه لا غیره الا تری[ف۳] ان بعض الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم لما رقی السلیم بالفاتحة علی شاء وجاء بها الی اصحابه کرهوا ذٰلك وقالوا اخذت علی کتاب الله اجرا حتی قدموا المدینة فقالوا یا رسول الله اخذ علی کتاب الله اجرا فقال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم

بھی نیتِ دُعا ہی ہے۔ **واقول** اور معاملہ ایسا نہیں کیوں کہ بہ نیتِ دُعا پڑھنے کا معنی یہ ہے کہ کلام خود دعا ہو اور اس سے بجائے تلاوت کے انشائے دُعا کا قصد کرے۔ اور شفا طلبی تو معنوی دعا ہے جو لفظ کو دُعا کے معنی پر مشتمل نہیں کر دیتی لہذا وہ اس دعا کے باب سے نہیں ــــ اور تبدیلی بھی نہیں اس لئے کہ جو شفا و برکت حاصل کرنے کے لئے پڑھتا ہے وہ کلامِ عزیز ہی سے شفا حاصل کرنا چاہتا ہے یہ نہیں کہ اسے قرآنیت سے خارج کرلیتا ہے پھر غیر قرآن سے شفا کا طالب ہوتا ہے۔ اگر نیت تبدیلی لانے والی ہو تو جائز ہوگا کہ جنب پورا قرآن بہ نیتِ شفا پڑھ جائے اس لئے کہ قرآن شروع سے آخر تک سبھی نور و ہدایت اور شفا ہے۔ اور اس جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہوسکتا۔ الحاصل تعویذ میں خود قرآن ہی مقصود ہوتا ہے غیر قرآن مقصود نہیں ہوتا ــــ دیکھئے ایک صحابی نے کچھ بکریاں لینے کی شرط پر جب سانپ کاٹے شخص کو سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور بکریاں اپنے ساتھیوں کے پاس لائے تو انھوں نے اسے مکروہ و ناپسند سمجھا اور کہا کہ تم نے کتاب اللہ پر اجرت حاصل کی، یہاں تک کہ ان حضرات نے مدینہ حاضر ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے کتاب اللہ پر اُجرت لی ہے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ف۱: تطفل علی سیدی عبدالغنی وش

ف۲: تطفل اٰخر علیهما

ف۳: تطفل ثالث علیهما

www.alahazratnetwork.org

ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللّٰہ کما فی الجامع الصحیح[1] عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما فلم یُخرج الاسترقاء الفاتحۃ عن کونہا کتاب اللّٰہ مع انہا تصلح للدعاء والثناء فکیف بما لایصلح لہما۔

ف۱ اما ما افاد من ان النیۃ لاتعمل فی المکتوب **فاقول** نعم ماکُتب قراٰنا ولو فاتحۃ لایصح للجنب ان یقول فی نفسہ لیس ھذا قراٰنا بل دعاء اویقول لاارید بہ قراٰنا بل دعاء وثناء ثم یمسہ اذ لامدخل لارادتہ فی ظہورہ فی ھذہ الکسوۃ التی قد تم امرھا۔

ف۲ اما ان ینشئ کتابۃ مثلہا

نے فرمایا: جن پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ حق کتاب اللہ کا ہے جیسا کہ بخاری کی جامع صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے تو تعویذ بنانے اور دم کرنے سے سورۂ فاتحہ کتاب اللہ ہونے سے خارج نہ ہوئی جب کہ دُعا وثنا ہونے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کا کیا حال ہوگا جو دعا وثنا بننے کے قابل نہیں۔

اور یہ جو افادہ کیا کہ نیت مکتوب میں اثر انداز نہیں ہوتی **تو میں کہتا ہوں** ہاں جسے بطور قرآن لکھا گیا اگرچہ وہ سورۂ فاتحہ ہی ہو اس سے متعلق یہ نہیں ہوسکتا کہ جنب اپنے دل میں کہے یہ قرآن نہیں بلکہ دعا ہے۔ یا کہے میں اس سے قرآن کا قصد نہیں کرتا بلکہ دعا وثنا کا قصد کرتا ہوں، پھر اسے مس کرے، اس لئے کہ اس کے ارادہ کا اس حصہ قرآن کے اس لباس میں ظاہر ہونے میں کوئی دخل نہ ہوا اس کا کام تو پہلے ہی انجام پذیر ہوچکا ہے۔

رہی یہ صورت کہ از سرِ نو وہ اسی طرح لکھے

www.alahazratnetwork.org

ف۱: **مسئلہ** لکھے ہوئے قرآن کو جنب اپنی نیت سے نہیں بدل سکتا مگر سورۂ فاتحہ تنہا کہیں لکھی ہے اس میں یہ نیت کرلے کہ یہ ایک دُعا ہے اور اُسے ہاتھ لگائے یہ جائز نہیں۔

ف۲: **مسئلہ** آیات دعا وثنا کو بہ نیت دعا وثنا پڑھنے کی اجازت ہے لکھنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے اگرچہ دعا ہی کی نیت کرے تو جنب وہ تعویذ کسی نیت سے نہ لکھے جس میں آیات قرآنیہ ہوں۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب الشرط فی الرقیۃ بقطع من الغنم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۴

وینوی الدعاء والثناء **فاقول** قضیۃ ماقدمت من التحقیق المنع لان الاذن ورد للحاجۃ ولاحاجۃ فی الدعاء والثناء الی الکتابۃ، وما ورد علی خلاف القیاس لایتعداہ، وبہ یظھر انہ لایؤذن فی کتابۃ الرقی بالاٰیات وان تمحضت للدعاء والثناء ونواھما فلیراجع ولیحرر واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اور دعا وثنا کی نیت رکھے **تو میں کہتا ہوں** سابقاً میں نے جو تحقیق رقم کی اس کا تقاضا یہی ہے کہ ممانعت ہو اس لئے کہ اجازت حاجت کے باعث ہوئی ہے اور دعا وثنا میں کتابت کی کوئی حاجت نہیں۔ اور جو امر خلافِ قیاس وارد ہوتا ہے وُہ اپنی جگہ سے متجاوز نہیں ہوتا۔ اسی سے ظاہر ہے کہ جنب کو آیات کے تعویذات لکھنے کی اجازت نہ ہوگی اگرچہ وہ خالص دُعا وثنا پر ہی مشتمل ہوں اور دُعا وثنا ہی کی نیت بھی ہو۔ اس بارے میں مزید مراجعت کی جائے اور اس کا حکم واضح کرلیا جائے۔ اور خدائے پاک وبرتر ہی کو خوب علم ہے۔

تنبیہ مہم ف: یہ کہ ہم نے سلسلۂ کلام میں اوپر ذکر کیا کہ غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نافرمانی وگناہ کی نسبت حرام ہے ائمہ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علمائے کرام نے اُسے کفر بتایا، مولٰی کو شایان ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے دوسرا کہے تو اُس کی زبان گُدّی کے پیچھے سے کھینچی جائے للّٰہ المثل الاعلٰی بلاتشبیہ یوں خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کو اس کی کسی لغزش یا بھول پر متنبہ کرنے ادب دینے حزم وعزم واحتیاط اتم سکھانے کے لئے مثلاً بیہودہ نالائق احمق وغیرہا الفاظ سے تعبیر کیا باپ کو اس کا اختیار تھا اب اب کیا عمرو کا بیٹا بکر یا غلام خالد انھیں الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ اور آقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے حاشا اگر کہے گا سخت گستاخ ومردود وناسزا ومستحقِ عذاب وتعزیر وسزا ہوگا جب یہاں یہ حالت ہے تو اللہ عزوجل کی ریس کرکے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیونکر سخت شدید ومدید عذابِ جہنم وغضبِ الٰہی کا مستحق نہ ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی۔

امام ابوعبداللہ قرطبی تفسیر میں زیر قولہ تعالٰی وطفقا یخصفان علیہما من ورق الجنّۃ [1]

ف: **فائدہ ضروریہ**: تلاوت قرآن یا قرأت حدیث کے سوا اپنی طرف سے آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام خواہ کسی نبی کو معصیت کی طرف منسوب کرنا سخت حرام ہے۔

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۱

(اور آدم و حوا اپنے جسم پر جنت کے پتے چپکانے لگے۔ت) فرماتے ہیں:

قال القاضی ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز لاحد منا الیوم ان یخبر بذٰلک عن اٰدم علیہ الصلٰوۃ والسلام الا اذا ذکرناہ فی اثناء قولہ تعالٰی عنہ اوقول نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاما ان نبتدئ ذٰلک من قبل انفسنا فلیس بجائز لنا فی اٰبائنا الادنین الینا المماثلین لنا فکیف بابینا الاقدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین۔[1]

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ: آج ہم میں سے کسی کے لئے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق یہ کہنا جائز نہیں مگر صرف اس صورت میں کہ اسے باری تعالٰی کے کلام یا اس کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلام کے اثناء میں ذکر کریں۔ اسے ابتداءً اپنی طرف سے بتانا تو ہمارے لئے اپنے ان قریبی آباء کے حق میں بھی جائز نہیں جو ہماری ہی طرح ہیں پھر ان کے حق میں کیوں کر روا ہوگا جو ہمارے سب سے پہلے باپ ہیں جو بڑی عظمت و بزرگی والے اور سب سے پہلے نبی بھی ہیں ان پر اور تمام انبیاء ومرسلین پر خدائے برتر کا درود وسلام ہو۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

امام ابوعبداللہ محمد عبدری ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں:

قد قال علماؤنا رحمہم اللہ تعالٰی ان من قال عن نبی من الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام فی غیر التلاوۃ والحدیث انہ عصی اوخالف فقد کفر نعوذ باللہ من ذٰلک۔[2]

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی نبی کے بھی بارے میں غیر تلاوت و حدیث میں یہ کہے کہ انھوں نے نافرمانی یا خلاف ورزی کی تو وہ کافر ہے، اس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔(ت)

ایسے امور میں سخت احتیاط فرض ہے اللہ تعالٰی اپنے محبوبوں کا حسنِ ادب عطا فرمائے۔ آمین!

وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] الجامع لاحکام القرآن تحت الآیۃ ۲۰/۱۲۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۱/ ۱۶۹
المدخل لابن الحاج بحوالہ القرطبی فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۶

[2] " " " " " " " " " " ۲/ ۱۵